رجسٹرڈ ایل ۳۰۳

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے　　لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۲　　بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء　　نمبر ۱۰

فہرست مضامین

آئندہ نمبر اور اسکے مضمون کیلئے دیکھو اخیر صفحہ

انجمن اشاعت اسلام قادیان نے انوار الاسلام پریس قادیان دار الامان میں باہتمام منشی محمد افضل احمدی
۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء کو چھپوا کر شائع کیا

چندہ سالانہ ۔ ۔ ۔ معمولی کاغذ پر عما ۔ ۔ ۔ ولایتی پر ۷ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسیح کی آمد ثانی

اس مضمون کی عظمت جتنی بیان کی جائے تھوڑی ہے۔ اسکی بنا دنیا کے تین بڑے مذاہب یعنی یہودیت عیسائیت اور اسلام کی کتب مقدسہ پر ہے آمد مسیح کے عقائد ابتدا میں یہودیوں سے شروع ہوئے تھے۔ انبیائے بنی اسرائیل نے پہلے پہل اسکے متعلق نبوت کی اور ان کی پیشگوئیاں اور اقوال یہود کی کتب سماوی اور کتب احادیث میں درج ہیں۔ ان کی روشن ترین امیدیں اسی پیشگوئی میں بھری پڑی تھیں اور اسی پیشگوئی کے پورا ہونے میں ان کی تمام امیدوں کا مرکز تھا پس صفات مسیح کے متعلق صحیح عقائد وہی ہو سکتے ہیں جو علمائے یہود نے اپنی کتب سماوی اور کتب احادیث کے فہم پر بیان کئے۔ اور وہی ہمارے واسطے سب سے زیادہ مستند ہو سکتے ہیں۔ آمد مسیح سے یہود نے کبھی ایسا خیال نہ کیا تھا کہ ایک خدا آدمی کا جنم دھار کر ان کے درمیان آموجود ہوگا۔ اور نہ وہ شریعت موسوی اور تعلیم انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا کر کبھی ایسا وہم وگمان کر سکتے تھے یہود کا مذہب واحد خدا کے غیر جسمانی اور غیر محدود ہونے پر کسی انسان کی الوہیت کے عقیدہ کے سخت مخالف تھا اور اسلئے انکے کسی نبی نے کوئی ایسی تعلیم نہیں دی اور نہ کوئی اسرائیلی کسی ایسے مسئلہ کو کبھی مان سکتا تھا زمانہ مسیح سے یہود کی یہ مراد ہوا کرتی تھی کہ یہودی قوم کیواسطے امن اور اقبال مندی کا ایک زمانہ آنیوالا ہے جسمیں خدا کی توحید بالخصوص

عظمت کے ساتھ ظاہر ہوگی۔ دراصل انبیاء نے اپنی پیش گوئیوں میں بنی اسرائیل کو اس بات میں بڑی امیدیں بندھوائی تھیں کہ آمد مسیح کے ساتھ ذات باری کی مطلق توحید تمام قوموں میں جاری و ساری ہو جائیگی ان کا مسیح ان پہلے انبیاء کا ایک مثیل ہونے والا تھا جو کہ ان کے درمیان گذر چکے تھے پس ہم بآسانی اس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں کہ یہود کو جس مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا وہ کوئی خدا نہ تھا بلکہ خدا کا ایک فرستادہ نبی انسان تھا مگر یہود کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ انبیاء کی پیش گوئیوں کے مطابق دو مسیح پیدا ہونگے ایک تکلیف اٹھانے والا مسیح اور دوسرا فاتح مسیح اور اس سے مراد یہ تھی کہ پہلا مسیح توحید کے مذہب کو عام طور پر قائم کرنے میں کامیاب نہ ہوگا بلکہ اس امر میں کامیابی کا فخر دوسرے مسیح کو عطا کیا جائیگا۔ اب عیسائی اور مسلمان ہر دو اس امر میں متفق ہیں کہ پہلے مسیح کے متعلق جو پیشگوئی تھی وہ یسوع ابن مریم کے آنے سے پوری ہو گئی مگر یہود چونکہ یسوع کو ایک جھوٹا نبی قرار دیتے ہیں اسواسطے وہ اب تک مسیح اول کے انتظار میں لگے ہوئے ہیں۔ دنیا کے اندر تمام تکالیف اور مصائب کے درمیان جو یہود پر پڑتی رہی ہیں صرف مسیح کی آمد پر ایک چمکیلی امید ہی ہے جو کہ ان کو تمام دکھوں کے وقت ایک سہارا اور ہمت و استقلال کا ڈھارس بندھاتی رہی ہے پس یہود نے آمد مسیح پر اپنے مضبوط ایمان کا ایک عملی ثبوت دکھا دیا ہے۔ یہ تو یہود کا حال ہے مگر عیسائیوں میں یہ پیشگوئی اس سے بھی بڑھ کر عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ آمد ثانی کی پیشگوئی خود یسوع مسیح نے کی اور حواری اس پر پختہ ایمان رکھتے تھے اور تب سے ہر ایک عیسائی نسل اس امر پر پختہ ایمان رکھتی رہی اور اسی پیش گوئی کو اپنی تمام امیدوں کا دارومدار سمجھتی رہی۔ دین عیسوی میں یہ پیش گوئی ایسی عظیم الشان مانی جاتی ہے کہ اس کو سب سے بڑی پیشگوئی کہا جاتا ہے اور بائیبل کے کلام الہی ہونے کیواسطے یہ پیشگوئی ایک بڑا ثبوت سمجھی جاتی ہے۔ ایسا کہ اگر مسیح نہ آوے تو بائیبل سب خاک میں ملجائے۔ اب رہے مسلمان سو ان کو ایک عظیم الشان الہامی وعدہ ہے جس میں کسی کو ذرہ بھی شک نہیں کہ مسیح ضرور آئیگا اور یہ وعدہ آیات قرآن کریم پر مبنی ہے اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل کی ہے۔

مسئلہ آمد ثانی کے حل کرنے کے وقت تین باتیں پیش نظر آتی ہیں یعنی اس کا وقت[1] ۔ طریق[2] اور مقصد[3] وقت کا اگر ٹھیک اندازہ ہوسکے تو یہ سب سے زیادہ ضروری امر ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالے کا رحیم اور حکیم ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ اس مصلح کا آنا عین ضرورت کے وقت ہو۔ پس آمد کا وقت صرف ان پیش گوئیوں اور نشانات سے ہی مقرر نہیں کیا جائے گا جو پہلے سے بیان کی جا چکی ہوں بلکہ

وقتی ضرورت کا بھی اس میں بڑا دخل ہوگا۔ درحقیقت تینوں قومیں یعنی یہود عیسائی اور مسلمان جنکو مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا اگر کسی امر میں کبھی متفق ہوئی ہیں تو اس امر میں ضرور متفق ہیں کہ اس مصلح کی آمد کا وقت آگیا ہے۔ زمانۂ آمد مسیح کے متعلق یہ ایک ایسا غیر معمولی اتفاق تمام قوموں نے ظاہر کیا ہے کہ مسیح موعود کی آمد اسی گھڑی میں ہونی چاہیئے اور موجودہ وقت کی ضرورت اس کی آمد کو ایسا ثابت کرتی ہے کہ اس کی آمد کا وقت مقرر کرنے کے واسطے ہم ایک قدم بھی آگے بڑھ نہیں سکتے اور اگر فی الواقع مسیح اب تک ظاہر نہیں ہوا تو پھر اس کی آمد کے تمام وعدے بے کار اور بے فائدہ ہیں +

یہود کئی صدیوں کے مصائب میں دب کر مذہبی امور میں بہت ہی بے پرواہ ہو گئے تھے پر وہ بھی غیر معمولی چستی مذہبی معاملات میں ظاہر کرنے لگے ہیں جیسا کہ ان کے موجودہ حالات سے صاف معلوم ہو رہا ہے۔ تمام دنیا کے یہود میں ایک قومی جوش پھیل رہا ہے کہ اس پراگندہ قوم کو اپنے اصلی وطن میں پھر جمع کیا جائے۔ ہزاروں بیت المقدس میں آکر آباد ہو گئے اور لاکھوں اس امر کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں وہ ایک محکم یقین پر جم گئے ہیں کہ مسیحا جلد آتا ہے اور باوجود زر کے پیار کے سب دنیا بھر میں ضرب المثل ہونے کے وہ دنیاوی فوائد اس خوشی میں قربان کر رہے ہیں کہ اب مسیح کے استقبال کا وقت آگیا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کبھی مسیح کی آمد کے واسطے ایسا انتظار اور تیاری اس سے پہلے نہیں ہوئی اور یہ ایک سچا نشان اس امر کا ہے کہ وہ آنے والا آگیا ہے۔

اس زمانہ میں عیسائی تو مسیح کے ملنے کے لئے یہود سے بھی بڑھ کر تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ابتدائے عیسائیت میں جبکہ متی باب ۲۴۔ آیت ۳۴ کی عبارت کا مطلب غلطی سے یہ سمجھا گیا تھا کہ یہ مسیح کی دوبارہ آمد کی طرف اشارہ ہے حالانکہ اس سے مراد صرف یہ تھی کہ مسیح صلیبی موت سے بچ جائے گا۔ تب سے لے کر آج تک مسیح کی آمد کے واسطے ایسی جوشیلی امیدیں کبھی ظاہر نہیں کی گئیں مخلوق ہر جگہ اس امر کے واسطے بے آرام ہو رہی ہے اور لوگوں کے دل دھڑک رہے ہیں گویا کہ مسیح دروازہ پر کھٹکھٹا رہا ہے آہ صد آہ وہ تو بے شک کھٹکھٹا رہا ہے پر کون ہے جو اس کے لئے دروازہ کھولے!! عیسائی دنیا میں یہ ایک عالمگیر رائے قائم ہو گئی ہے کہ آمد مسیح کی گھڑی آگئی۔ دور و نزدیک تمام ممالک سے یہی آوازہ آرہا ہے۔ یہ نہایت ہی قابل غور امر ہے کہ مسیح کی آمد کا زمانہ صرف سر پر پہنچا ہوا ہی نہیں بیان کیا جاتا بلکہ بائیبل کی پیشگوئیوں کے مطابق تو وہ گھڑی کچھ گذر گئی ہوئی معلوم ہوتی ہے دراصل یہ

کی آمد کے سب نشان تو پورے ہو گئے ہیں۔ لیکن عیسائی چونکہ اس کے طریق آمد کے متعلق ایک غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اسواسطے وہ اس وقت کو اور آگے بڑھاتے جاتے ہیں تاکہ ان کی یہ بے فائدہ امید پوری ہو جاوے کہ وہ اس طرز سے ان کے درمیان نمودار ہوگا جیسا کہ وہ خیال کئے بیٹھے ہیں ان کا حساب اس معاملہ میں بالکل صحیح ہے اور نشانات کے پورا ہونے کے پہچاننے میں وہ راستی پر ہیں لیکن اس آمد کے لئے جو طریق اور مقصد وہ قائم کرتے ہیں اس میں وہ بڑی غلطی کھا رہے ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے ابتدا ہی میں بعض اشخاص نے آمد مسیح کا وقت مقرر کیا تھا مگر اس وقت اس امر کے متعلق کوئی عام شور پیدا نہ ہوا۔ بعد کے حساب والوں نے اس کو غلط قرار دیا اور توریت وانجیل کی پیشگوئیوں کے مطابق حساب لگا کر بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ آمد مسیح سنہ ۱۸۶۸ء میں ہوگی اس رائے کو عام طور پر قبول کیا گیا اور اضطراب کے ساتھ اس گھڑی کا انتظار ہوتا رہا لیکن وہ وقت معمولی طور پر گذر گیا اور بادلوں کے درمیان کوئی تبدیلی نمودار نہ ہوئی۔ اس واقعہ سے نہ صرف اس آمد کے حامیوں کو ہی صدمہ پہنچا بلکہ عام طور پر اس درد کو محسوس کیا گیا تاہم اس کے بعد بھی اس آمد پر ایمان اور یقین بخیتہ طور پر قائم رہا اور اس مایوسی کا باعث حساب کرنے والوں کی غلطی قرار دیا گیا۔ کتاب ملینل ڈان یعنی ابتدائے ہزار سالہ سلطنت مسیح سنہ ۱۸۸۹ء میں شائع ہوئی اور پرانے حساب کی اصلاح کے بعد اس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ حضرت آدم کا چھٹا ہزار جس کے خاتمہ پر مسیح کا آنا ضروری تھا سنہ ۱۸۷۳ء میں ختم ہوا۔ پھر اس کتاب میں بائیبل کی پیشگوئیوں کی بنا پر جن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں یہ لکھا ہے کہ مسیح کی آمد کا سال سنہ ۱۸۷۳ء ہی ہے اور وہ سنہ ۱۹۱۴ء تک اپنے اولیاء کو جمع کرنے میں مصروف رہے گا جس کے بعد اس کی سلطنت پورے طور پر قائم ہو کر وہ سب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے گا لیکن اس وقت تک سوائے چند برگزیدوں کے اس کو کوئی نہ پہچانے گا اس میں یہ بھی مانا گیا ہے کہ مسیح کی آمد کے وقت کے تقرر میں اتنی غلطی نہیں ہوئی جتنی کہ اس کے آمد کے طریق اور مقصد کے سمجھنے میں ہوئی ہے۔ مسٹر ڈمبل بی نے اسی مضمون پر ایک مشہور کتاب بنام اپائنٹڈ ٹائم یعنی وقت مقررہ لکھی ہے جو کہ دوبارہ سنہ ۱۸۸۶ء میں تالیف ہو کر شائع ہوئی تھی وہ برطانیہ اعظم کی انجمن تواریخ و علم نجوم کا ایک مشہور ممبر تھا اور کئی ایک کتابوں کا مصنف تھا مثلاً آل پاسٹ ٹائم یعنی زمانہ گذشتہ اور ڈیٹ ری میں ٹل سائی کلس آف ایکلپس یعنی دوران کسوف و خسوف۔ واقعات کسوف و خسوف یا دوران شمسی کے لحاظ سے اندازۂ اوقات شناسی کے اصول کے مطابق اس نے حساب لگایا

کہ آمد مسیح کا وقت بالآخر ۱۸۹۶ء ہے۔ اس فاضل مصنف کے دیباچہ میں سے ہم چند سطریں اس جگہ ترجمہ کرتے ہیں وہ لکھتا ہے" یہ کتاب اس واسطے لکھی گئی ہے کہ عیسائیوں کے سامنے وہ سب سے اعلیٰ اور سب سے جدید طریق پیش کیا جائے جس کے ذریعہ سے بڑی بڑی پیشگوئیوں کے اب پورا ہو جانے کی شہادت ایسے طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کہ ناظرین خود اس امر کو سمجھ کر اپنے لئے آپ فیصلہ کر سکیں گے اب جبکہ پیش گوئیوں کے مطالعہ نے ایک علمی رنگ اختیار کیا ہے ہم نئے واقعات کا ایک بڑا ذخیرہ حاصل کر رہے ہیں اور ایک بھاری شہادت کا مجموعہ جمع کر رہے ہیں جس سے یہ مضمون تمام شکوک سے بالاتر درجے تک پہنچ جاتا ہے ... جب پیشگوئیوں کا اس طرح سے نقشہ کھینچا جائے تو وہ ایک ایسی مکمل شکل اختیار کرتی ہیں کہ اس میں کوئی تبدیلی بغیر کلام الٰہی یعنی بائیبل کے قطعاً انکار کرنے اور ساری دنیا کے تہ و بالا کرنے کے واقع ہو نہیں سکتی اس لئے میں نے انہیں اصولی امور کو قائم رکھا ہے جو کہ سب کے سب زمانۂ تاریکی کے انجام پر روشنی ڈالتے ہیں یعنی ۱۸۹۶ء پر جو کہ ہمارا سنہ ۱۸۹۸ھ ہوتا ہے جس کو ہر ایک فہیم شخص اب تسلیم کرے گا کہ ایک نئے زمانہ کا ابتداء ہے" تم کلامہٗ۔ مسیح موعود کا بے صبری سے انتظار کرنے والوں کے لئے یہ کتاب ایک برکت کی طرح نمودار ہوئی کیونکہ اس سے ان کی وہ امید قائم ہو گئی جس میں کتنی دفعہ پہلے ناکامیابی ہو چکی تھی لیکن اس کتاب میں بھی یہ غلطی بدستور قائم رہی کہ مسیح کے طریق آمد کی طرف کچھ توجہ نہ کی گئی اور اس واسطے عیسائی دنیا کو پھر ایک تازہ ناامیدی کا مونہہ دیکھنا پڑا ۱۸۹۶ء معمولی طور پر گذر گیا اور کوئی امر ایسا واقع نہ ہوا کہ عیسائی قوم کی اس بڑی امید کو پورا کرتا کیونکہ طریق و طرز آمد کے متعلق وہ ایک بڑی غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔ اس سخت ناامیدی کے بعد عیسائیوں کا انتظار اور بھی زیادہ جوش میں آیا اور کرنیل رابرٹس نے ایک کتاب لکھی کہ حساب کے مطابق مسیح کی آمد ۱۸۹۹ء سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتی اور اب ہمارے سامنے اس قسم کے رسالوں کتابوں اور اشتہاروں کا ایک ڈھیر لگ گیا ہے جو عیسائی دنیا کی تصنیف ہیں اور جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آمد مسیح کے نشانات پورے ہو گئے ہیں اور اس کے آنے کی گھڑی بہت ہی قریب ہے اور کہ دجال کی تمام نشانیاں موجودہ عیسائی فرقوں میں پائی جاتی ہیں کتاب ان ویلنگ آف دی ڈاٹرز آف این ایجڈ مادر یعنی اظہار بنات الدجال موجودہ زمانہ کے اعتقادات کو دجال قرار دیتی ہے یہ کتاب ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی اور اس میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کا پوپ جو روما میں رہتا ہے اور اس کا سلسلہ ایک بڑا دجال ہے اور دنیا کے تمام

عیسائی فرقوں کو دجال کی ایک شاخ قرار دیتی ہے اور بعض کو بنات الفواحش کے لقب سے ملقب کرتی ہے +

ان امور سے کیا نتیجہ نکلتا ہے یہ تمام امور اس امر کا فیصلہ کرتے ہیں کہ یا تو مسیح اب آگیا ہے ورنہ اس کے آنے کی سب امیدیں منقطع ہیں۔ دراصل یہ بات اب ظاہر ہوگئی ہے کہ مسیح کی آمد کی گھڑی گذر چکی ہے اور صرف بار بار کی مایوسیوں کے سبب یہ تاریخ آگے آگے کی بار بڑھائی گئی ہے اور آخری حساب کے مطابق مسیحا اب تک آچکنا چاہیئے تھا۔ عیسائی لوگ ایک پہلو پر اتنا زور دیتے ہیں کہ دوسرے پہلو کو بالکل بھول ہی جاتے ہیں۔ ہر دفعہ کی ناکامیابی پر یہی خیال کیا گیا کہ کچھ حساب میں غلطی ہوگئی ہے اور اس امر کی طرف کچھ توجہ نہ کی گئی کہ اس کے طریق آمد میں ہم غلطی کھا رہے ہیں بالکلیہ ناامیدی سے بچنے کے واسطے ہر ایک نے یہی تجویز سوچی کہ آمد کی تاریخ کو کچھ اور آگے بڑھائے اور طریق آمد کے متعلق وہی خیال قائم رکھا۔ لیکن چونکہ یہ ایک اصلی اور صحیح امید تھی اس واسطے یہ بالکل دلوں سے مٹ نہ سکی باوجودیکہ کئی بار اپنے خیالات میں عیسائیوں کو ناامیدی دیکھنی پڑی۔ ایسی ہی غلطی کے سبب یہود نے حضرت عیسےٰ کا انکار کیا تھا اگرچہ یسوع کی پیدایش کے زمانہ میں وہ مسیح کی آمد کے لئے عین انتظار میں بیٹھے تھے تاہم ان کو یہ خیال کبھی نہ آیا کہ اگرچہ وقت تو یہی ہے مگر ممکن ہے کہ اس کی آمد اس طریق سے نہ ہو جو ہم اپنے خیال میں جمائے بیٹھے ہیں مسیح کا انتظار تو ان کو ہمیشہ رہا مگر وہ یسوع کو نہ مان سکے کیونکہ ان کے نزدیک وہ ایسے طرز سے نمودار نہ ہوا جو طرز کہ ان کی کتب مقدسہ سے بظاہر معلوم ہوتا تھا عیسائیوں کو چاہیئے تھا کہ یہود کی غلطی سے سبق حاصل کرتے مگر افسوس کہ وہ خود بھی اسی غلطی میں جا پڑے۔ آمد مسیح کا ہر ایک نشان پورا ہو گیا مگر وہ اس کے انتظار میں ایک غلط راہ پر جا کھڑے ہوئے اگرچہ ان کے کھڑے ہونے کا وقت درست ہے۔ زلزلے۔ طاعون قحط اور جنگ اور تمام زمینی اور آسمانی حالات اس امر کی گواہی دے رہے ہیں کہ آمد مسیح کے واسطے اب اس کے آگے انتظار کا کوئی وقت نہیں +

اب ہم مسلمانوں کے خیالات کے مطابق آمد مسیح کے مقررہ وقت پر غور کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں بہت سے اہم ایسے امور ہیں جو کہ وقت کا قطعی فیصلہ کرتے ہیں۔ سب سے اول یہ ہے کہ قرآن شریف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسےٰ کا مثیل قرار دے کر استثنا باب ۱۸ کی پیشگوئی کا مصداق

آپ کو قرار دیتا ہے جیسا کہ سورۃ المزمل میں لکھا ہے پھر سورۃ النور میں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ اس اُمت میں ایسے ہی خلفاء پیدا کئے جائیں گے جیسے کہ حضرت موسے کے بعد ان کی اُمت میں خلفاء ہوئے شریعت اسلام اور شریعت موسوی کے بانیوں کے درمیان اور پھر ان کے خلفاء کے درمیان جو مشابہت اس جگہ قائم کی گئی ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ حضرت موسے کے خلفاء کا سلسلہ حضرت مسیح پر آکر ختم ہوا ایسا ہی حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ خلافت کا آخری شخص ایک مسیح ہی ہونا چاہیئے اس طرح آمد مسیح کی پیشگوئی ہر دو مسیحوں کے درمیان بہت امور میں مشابہت قائم کرتی ہے جس میں سے ہم اس جگہ وقت کے متعلق مشابہت کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت موسے اور حضرت عیسے کا درمیانی فاصلہ چودہ صدیاں بیان کیا جاتا ہے۔ مگر یہودیوں کے نزدیک یہ وقت تیرہ صدیاں تھا۔ اس لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ اب بھی مسیح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوتا اور اس سے موجودہ وقت حاصل ہوتا ہے صرف ایک مشابہت کی ضرورت ہے اور اس امر کی تصدیق اور بھی کئی باتوں سے ہوتی ہے کہ مسیح کی آمد کا یہی وقت ہے۔

قرآن شریف نے حکمت کاملہ کے ساتھ چند نشانات آمد مسیح کے واسطے بیان فرمائے ہیں جن سے ہر ایک شخص اس وقت کو پہچان سکتا ہے ان میں سے سب سے بڑی بات دین عیسوی کا عروج اور ہر امر میں عیسائی قوموں کی چستی و چالاکی ہے اس عروج اور چستی و چالاکی میں کسی کو کوئی شبہ ہو نہیں سکتا۔ عیسائی مشنری دنیا کے تمام کونوں میں گھس گئے ہیں۔ اس وقت ستر ہزار سے زیادہ آدمی مشن کے کام میں مصروف ہیں اور پانچ کروڑ سے زیادہ روپے ہر سال ان کے اخراجات میں صرف کیا جاتا ہے۔ دو سو پچاس انجمنیں ایسی ہیں جو باہر مشن بھیجتی ہیں اور ان کے ایجنٹ بیس ہزار سے زائد شہروں میں اپنا کام کر رہی ہیں۔ اگر اب بھی مسیح کی ضرورت نہیں تو کیا اس وقت ہوگی جب کہ ساری دنیا اس ناپاک عقیدہ سے بھر جائے گی جس کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے۔ کہ تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا۔ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ جاویں اور زمین شق ہو جاوے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں +

آمد مسیح کا ایک اور بڑا نشان جس کی طرف قرآن شریف نے اشارہ کیا ہے اور جس کا ذکر احادیث میں مفصل آیا ہے وہ چاند اور سورج کا کسوف و خسوف ہے جس کا واقع ہونا ۱۳۔ رمضان اور ۲۸۔

رمضان کو قرار دیا گیا تھا۔ یہ ۱۸۹۴ء میں واقع ہوا تھا اور آمد مسیح کے واسطے تیرہ سو سال پہلے یہ ایک ایسا کھلا نشان بتلایا گیا تھا اور ایسی صفائی سے یہ پورا ہوا ہے کہ ہر ایک شخص بجائے خود اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے علاوہ ازیں اور بہت سے نشانات قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً طاعون جو ہندوستان اور کئی ایک اور ممالک کو اس وقت تباہ کر رہی ہے اونٹ وغیرہ کی بجائے ایک نئی سواری کا ایجاد ہونا یعنی ریلوں کا تمام دنیا میں پھیل جانا۔ علوم کا بڑھنا بڑے بڑے فاصلہ سے لوگوں کا باہم میل جول ہونا۔ نہروں کی کثرت۔ اخباروں اور کتابوں کی اشاعت اور بے شما دیگر نشانات جن کی تفصیل کی اس جگہ گنجایش نہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس امر کو ثابت کیا جائے کہ تمام نشانات پورے ہو گئے ہیں۔ اور کوئی نشانی ایسی نہیں جس سے یہ بات ثابت ہو کہ آمد مسیح ابھی اور آگے ہوگی۔ ان نشانات سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح آگیا ہے اور ہر ایک حق جو کا یہ فرض ہے کہ اس کی تلاش کرے۔ ایک اور بات قابل غور یہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ کے الہامات آمد مسیح کا وقت چودھویں صدی ہجری علے صاحبہا التحیۃ والسلام کا ابتدا مقرر کرتے ہیں اور کسی ولی کا الہام اس واقع کی تاریخ اس سے پیچھے نہیں ڈالتی۔ علاوہ ازیں یہ ایک صحیح حدیث ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد پیدا ہوتا ہے اور چونکہ مسیح بھی خود ایک بڑا مجدد ہوگا اس واسطے اگر وہ اس صدی ہجری کے ابتدا میں نہ آوے تو اس کا آنا ایک سو سال اور پیچھے پڑے گا۔ لیکن یہ امر نہ صرف اسلام کے موجودہ تنزل کو اور بھی نیچے گرانے کا موجب ہوگا بلکہ اس سے تمام پیش گوئیوں کا بھی ابطال لازم آئے گا +

پس ہم اس امر کو ثابت کر چکے ہیں کہ یہود عیسائی اور مسلمان تمام فرقوں نے بالاتفاق یہ آواز دی ہے کہ آمد مسیح کا وقت یہی ہے آپس میں اتنا اختلاف رکھنے والے مذاہب کا اس ایک امر میں پورا اتفاق کرنا قابل غور ہے۔ پہلے مسیح کے آنے کا انتظار تو صرف ایک قوم کو تھا اور وہ بھی تھوڑی سی تھی۔ مگر دوسرے مسیح کی آمد کا انتظار نہیں بہت بڑی قوموں کو لگا ہوا ہے اور وہ سب کی سب اس امر میں متفق ہیں کہ اس کی آمد کا وقت یہی ہے۔ یہ ایسا وقت ہے کہ تمام مذہبی اور قومی تعصبات کو چھوڑ دینا چاہیئے تاکہ حق کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو مسیح آگیا ہے اور ہر ایک حق پسند کا فرض ہے کہ اس کی پیروی کرے +

اس کی آمد کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کہ تین مختلف مذاہب مختلف کتابوں کی سند پر اور مختلف دلائل کے ذریعہ سے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں۔ بنی اسرائیل کے انبیاء مثلاً دانیال وغیرہ کی پیشگوئیاں حضرت عیسے علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی نبوت کی باتیں اور آنحضرت نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں سب کی سب اس وقت آکر پوری ہوئی ہیں۔ اگر کبھی کوئی پیشگوئی پوری ہوا کرتی ہے تو اس پیشگوئی کا پورا ہونا ہم بدیہی طور پر دیکھ رہے ہیں +

اب دوسرا امر قابل غور یہ ہے کہ مسیح کی آمد کا طریق اور اس کا مقصد کیا ہے۔ یہ بیان بیشک بہتوں کو حیران کرنے والا ہوگا لیکن حق جب مدتوں بھول چکا ہو تو اس کی دوبارہ یاددہانی ہمیشہ حیرانی ہی پیدا کیا کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ اس کی آمد کا طریق تو صاف بیان ہو چکا ہے اور اب اس امر پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن بات یہ ہے کہ اسی موقعہ پر پہلوں نے ٹھوکر کھائی تھی اور اس واسطے یہی موقعہ ایسا ہے جہاں سوچ سمجھ کر قدم رکھنا چاہیئے اور ہر ایک احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ کروڑہا انسان اس فیصلہ تک پہنچ چکے ہیں کہ آمد مسیح کے تمام نشانات پورے ہو چکے ہیں اور اب یہی وقت ہے کہ وہ آوے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا ایک نیا زمانہ شروع ہوا ہے اور ہر ایک دل اس امر کو محسوس کرتا ہے کہ کوئی تبدیلی واقعہ ہونے والی ہے اس واسطے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ آمد مسیح کے طرز و طریق کے مسئلہ پر پورا غور کیا جائے +

خصوصاً یہ خوشی کی بات ہے کہ اس اہم معاملہ میں ہم کو صرف قیاسات پر نہیں چھوڑا گیا خدا کے کلام اور اس کی شریعت نے ہمارے سامنے ایک صاف اور سیدھی سڑک تیار کر کے رکھدی ہے مسیح کی آمد اول یا یوں کہو کہ مسیح اول کی آمد کی پیشگوئیوں سے ہم خوب واقف ہیں اور ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ وہ کس طرح سے پوری ہوئی تھیں پس وہ پیش آمدہ مسئلہ کے حل کے واسطے ہمارے لئے کافی راہ نما بن سکیں گی۔ جن پیش گوئیوں کی بنا پر یہود آمد مسیح کے انتظار میں تھے وہ ان کی کتب مقدسہ میں درج تھیں جن کو یہود اور عیسائی بالاتفاق کلام الہی مانتے تھے۔ سب سے بڑا نشان جو سچے اور جھوٹے مسیح کی پہچان کے لئے ان کے پاس موجود تھا وہ یہ تھا کہ سچے مسیح کی آمد سے پہلے الیاس نبی دوبارہ آئے گا اور آسمان سے نازل ہوگا۔ کتب مقدسہ کے مطابق یہود کا یہ

مذہب تھا کہ الیاس نبی آسمان پر اٹھایا گیا تھا اور آمد مسیح سے پہلے وہ آسمان سے پھر نازل ہوگا
پس انہیں اس بات کا کچھ فکر نہ تھا کہ سچے مسیح کو کیونکر پہچانینگے +
ان کے ہاتھ میں اس کے پہچان لینے کا ایک بدیہی نشان تھا اور ان کے نزدیک ممکن نہ
تھا کہ وہ اس مبارک موقعہ پر غلطی کھا جائیں۔ ایسے معزز نبی کے آسمان سے نازل ہونے کا خارق
عادت واقع چپکے چپکے بے خبر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایسے عجیب معجزہ کے ذریعہ سے ان کے بڑے
منجی کی آمد کا اشتہار ان کے درمیان ہونا ضروری تھا۔ یہ تو پیشگوئی تھی اب دیکھنا چاہئے کہ وہ پوری
کس طرح سے ہوئی۔ ذکریا کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام یوحنا رکھا گیا وہ ایک راستباز
تھا اور انبیائے بنی اسرائیل کی طرح وعظ کا کام کرنے لگا یسوع نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور
بپتسمہ پایا اور اپنے آپ کو مسیح مشہور کیا۔ قدرتاً یہود کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کہ تو مسیح نہیں ہے
کیونکہ الیاس نبی کا معجزانہ نزول ابھی تک وقوع میں نہیں آیا۔ اس بات کو سن کر یسوع نے یوحنا
کی طرف اشارہ کیا کہ یہی الیاس ہے جس نے آنا تھا۔ پر یہود ایسی بات کب مانتے تھے وہ کہنے
لگے اس طرح تو ہر ایک مفتری کہہ سکتا ہے کہ میں مسیح ہوں۔ انہوں نے کہا کہ خدا تعالےٰ نے تو
ہم کو وعدہ دیا ہے کہ الیاس نبی خود واپس آئے گا اور یوحنا کو تو ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ ذکریا
کے گھر میں ہمارے سامنے پیدا ہوا تھا پس وہ کیونکر الیاس ہو سکتا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ وقت
تو یہی ہے پر انہوں نے کہا کہ ہم یسوع کو کیونکر مسیح مان لیں وہ تو اس طریق کے مطابق نہیں آیا۔
جو کہ ہماری کتابوں میں درج ہے پیش گوئی میں تو صاف یہ درج تھا کہ خود الیاس آوے گا۔
کتاب میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ مثیل الیاس آوے گا۔ اگر ہم یسوع کو مان لیں تو پھر بھی یوحنا مثیل
الیاس ہوگا نہ کہ خود الیاس مگر مثیل الیاس کا ہم کو کبھی وعدہ نہیں دیا گیا۔ کیا ہم کلام الٰہی میں
تبدیلی کر ڈالیں اور بجائے الیاس کے مثیل الیاس کا لفظ اس میں ڈال دیں یہاں تو آمد مسیح کی
پہلی نشانی ہی پوری نہیں ہوتی تو ہم آگے کیا چلیں +
علاوہ ازیں یسوع کو مسیح تسلیم کرنے میں یہود کو اور مشکلات بھی تھیں۔ اسرائیلیوں کی
نجات کسی معجزانہ رنگ میں ہونے والی تھی تاکہ وہ اپنے منجی کو فوراً پہچان سکیں۔ وہ الٰہی طاقت
کے عجیب در عجیب ظہور دیکھ چکے تھے۔ وہ خدا کی آواز ہوا اور آندھی کے درمیان سن چکے تھے

وہ جانتے تھے کہ خدا نے کوہ سینا پر بادل کی گرج اور قدرت کے نظاروں کے درمیان موسے پر اپنے آپ کو ظاہر کیا تھا اور ان کو وعدہ دیا جا چکا تھا کہ ایسے ہی عجیب نشانات تم آمد مسیح پر بھی دیکھو گے۔ چونکہ مسیح ایک اتنا بڑا منجی تھا اس کی آمد بھی کیسے عجیب انکشاف سے مشتہر ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن یہ امیدیں بالآخر کس طرح سے پوری ہوئیں۔ یہود کو کوئی عجیب بات نظر نہ آئی یہاں تک کہ انہوں نے خود یسوع کے منہ سے یہ کلمات سنے کہ میں مسیح ہوں۔ حضرت موسےٰ اور دیگر بڑے انبیاء سے جو خوارق وہ دیکھ چکے تھے ان کا اثر ان کے دل پر ایسا تھا کہ وہ ایسا خیال بھی دل میں نہ لا سکے کہ مسیح جیسا اولوالعزم نبی بغیر ان خوارق اور نشانات کے ظاہر ہو جائے جن کا وعدہ ان کو پہلے سے دیا گیا تھا +

صرف یہی نہیں بلکہ ان کو یہ بھی وعدہ دیا گیا تھا کہ یسوع کسی بڑے شاہی خاندان میں سے پیدا ہوگا اور داؤد کی نسل سے ہوگا اور داؤد کی سلطنت کو پھر قائم کرے گا۔ اس کا یہ کام تھا کہ اسرائیلیوں کو اجنبیوں کے جوئے سے چھوڑائے اور ان کو غاصبوں کی اطاعت سے چھوڑا کر آزاد کر دے۔ لیکن یسوع کی پیدایش کے قصے جن لوگوں کو یاد تھے وہ اس کے حلال زادہ ہونے کے متعلق بہت سے شبہات دل میں رکھتے تھے زیادہ سے زیادہ وہ یہ نیک ظنی کر سکتے تھے کہ یوسف نجار کا بیٹا ہے اور اس طرح اس کا شاہی خاندان سے ہونا بالکل بعید از قیاس تھا اس کے دعوے مسیحیت کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں ان کو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس شخص کے لئے بادشاہی کے تخت پر بیٹھنے یا ہمیں رومیوں کے جوئے سے چھوڑانے کی امید کرنا بیفائدہ ہے

پس یسوع کے متعلق ان کی تمام امیدیں ناکامیابی سے مبدل ہو گئیں کیونکہ مسیح کی آمد کے طریق اور مقصد کے مطابق کوئی پیشگوئی اس کے وجود میں پوری ہوتی ہوئی نظر نہ آتی تھی ان کے حساب کے مطابق وقت تو پورا ہو چکا تھا لیکن وہ ایسے شخص پر کیونکر ایمان لاتے جس کی ذات میں کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوتی تھی وہ مسیح کے استقبال کے لئے تیار تھے لیکن ان وعدوں کے پورا ہونے کے بغیر وہ کسی کو کیوں کر مان لیتے جن کا پیشگوئیوں میں ذکر کیا گیا تھا +

پھر اکثر پیشگوئیوں میں بالاتفاق یہ بیان کیا گیا تھا کہ آمد مسیح کا وقت ایک عالمگیر امن اتفاق اور برادری کا زمانہ ہوگا اور اس وقت یروشلم اس دنیا کا مرکز ہوگا کیا یسوع اس نشان کے مطابق

مسیح تسلیم ہو سکتا تھا۔ کوئی پیشگوئی بھی پوری نہ ہوئی۔ یہ ناممکن تھا کہ بے شمار نشانات جو بیان کئے گئے تھے ان میں سے ایک بھی ظاہر ہو اور مسیح آجائے ✦

کتب مقدسہ کے الفاظ جو انبیاء پر نازل ہوئے تھے ان کی نظروں کے سامنے تھے۔ وہ ایسے مسیح کو کیونکر مان سکتے تھے جس کا ماننا خود انکی کتابوں کو جھٹلاتا تھا۔ وہ اپنی بدقسمتیوں کے درمیان اس زمانۂ مسیحیت کے لئے آہیں بھرتے جسکی تصویریں ان کے سامنے ایسی خوبصورت کھینچی گئی تھیں۔ وہ اس مسیح کے انتظار میں تھے جس نے داؤد کے تخت پر بیٹھ کر انکو اجنبیوں کے جوئے سے چھوڑانا تھا۔ وہ اس دن کے انتظار میں تھے جس دن ان کا یروشلم تمام دنیا کا مرکز بننے والا تھا اور وہ اس گھڑی کے لئے دعائیں مانگتے تھے جب کہ اسرائیلی بجائے پاؤں کے نیچے کچلا جانے کے دنیا کی تمام قوموں پر حکمران ہونے والے تھے۔ لیکن یسوع ناصری اور اس کے ظہور میں ان کو کوئی نشان پورا ہوتا ہوا نظر نہ آتا تھا ✦

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صاف پیشگوئیوں کے ہوتے ہوئے جن کا پورا ہونا یسوع کے وجود میں نہیں ہوا تھا آیا یہود یسوع کے انکار میں حق پر تھے یا نہیں۔ عیسائی اور مسلمان تو کبھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ حق پر تھے۔ اچھا پھر پیشگوئیوں کو کیا کیا جائے۔ وہ ان کتابوں میں اب بھی موجود ہیں جن کو یہود اور عیسائی کلام الٰہی مانتے ہیں۔ ان کے الفاظ صاف ہیں۔ اگر یہود ان کا پورا ہونا طلب نہ کرتے تو وہ کلام الٰہی کے انکار کے مجرم ہوتے اور پھر سچے اور جھوٹے مدعیوں کے درمیان تمیز کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی معیار نہ ہوتا کئی ایک جھوٹے مسیح ان کے درمیان ہو چکے تھے اور ایسے جھوٹے مدعیوں نے بے اعتبار کر دیا ہوا تھا۔ ان وجوہات سے یہ ظاہر ہے کہ یہودیوں کا یہ فرض تھا کہ ایسے مدعیوں کو تسلیم کرنے سے پہلے نبوت کی باتوں کا پورا ہونا طلب کرتے۔ پھر کیا یہود یسوع کا انکار کرنے میں حق پر تھے۔ ان کے حق پر نہ ہونے کی کیا دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔ پھر بھی عیسائی اور مسلمان ان کو یسوع کے انکار میں کافر قرار دیتے ہیں بلکہ خود یسوع نے ان کو اپنے انکار کے سبب خدا کا مجرم قرار دیا ان کا کیا قصور تھا۔ اگر صرف پیشگوئیوں کی تفہیم اور تعبیر کے متعلق ایک رائے کا اختلاف تھا اور پیشگوئیوں کے معنے دو طرح ہو سکتے تھے تو یہود باوجود غلطی پر ہونے کے اس قابل نہ تھے کہ ایسی سختی سے ان کو مجرم قرار دیا جاتا جب

تک انہوں نے کھلے طور پر غلط طریق کو اختیار نہ کیا ہو اور بغیر دلائل کے اپنی غلطی پر اصرار نہ کیا ہو تب تک وہ خدا کی نظروں میں چنداں قصوروار قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ یسوع کے مقابلہ میں ان کا بڑا اعتراض یہی تھا کہ الیاس نمودار نہیں ہوا اگر شریعت کے مطابق اس کا اپنا ظہور جائز تھا تو ان کا اعتراض بھی درست تھا۔ کیونکہ اس شریعت میں صاف الفاظ میں اس کی واپسی کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ لیکن اگر اس کا اپنا ظہور جائز نہ تھا تو یہود کا اصرار بے شک قابل سزا کے تھا۔ پس جو لوگ یہود کو یسوع کے انکار کے سبب کافر قرار دیتے ہیں وہ خواہ عیسائی ہوں یا مسلمان ہوں انکو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ الیاس کی جسمانی آمد شریعت کے مطابق ایک غلط خیال تھا اگرچہ کلام الہی میں اس کے متعلق الفاظ پائے جاتے ہوں اور اگر الیاس کے متعلق یہ امر تسلیم کیا جاوے تو یہ قانون عام ہوگا کہ کوئی گیا ہوا دوبارہ اسی جسم میں واپس نہیں آیا کرتا لیکن کیا یہود کے پاس اس امر کے واسطے کوئی دلیل تھی کہ ایسی آمد واقع نہیں ہو سکتی۔ اس امر کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس وقت یہودی بڑے شوق سے مسیح کی آمد کے منتظر ہو رہے تھے ان کے حساب کے مطابق وہ وقت آگیا تھا کہ ان کی نجات ہو چونکہ پیشگوئی کے مطابق وقت آپہنچا تھا اسواسطے ان کا یہ فرض تھا کہ پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے لفظی معنوں کی سختی سے پیروی نہ کرتے۔ لیکن وہ مادی لوگ یسوع کے روحانی استدلال کو نہ مان سکے۔ وہ دنیا پر اپنا سر جھکائے ہوئے تھے اور اسواسطے وہ یہ چاہتے کہ پیشگوئی ظاہر اور مادی الفاظ میں پوری ہو۔ الیاس نبی کی آمد یوں آسانی سے سمجھ میں آسکتی تھی کہ ایک شخص الیاس کی روح اور طاقت میں آگیا ہے کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ یہ امر مقدس شریعت کے بالکل مخالف ہے کہ کوئی نبی آسمان سے نازل ہو اور نہ یہودیوں کی تاریخ میں اس امر کی کوئی نظیر موجود تھی۔ ہر ایک نبی دنیوی ماں باپ سے پیدا ہوتا رہا موسے سا شارع بھی اس قاعدہ سے مستثنے نہ تھا اس قسم کی باتوں پر غور کرنے سے وہ بآسانی سمجھ سکتے تھے کہ آمد الیاس سے مراد صرف ایک ایسے آدمی کی آمد ہے جو الیاس کی روح اور طاقت رکھتا ہو اور اس لئے یسوع اپنی آمد کے لئے ایسی تاویلات کے کرنے میں کہ یوحنا الیاس ہے راستی پر تھا+

مگر اس بات کو سمجھنا چاہیئے کہ یسوع کے انکار کے سبب یہود کو کافر قرار دینے کے وقت اس بات کا تسلیم کر لینا ضروری ہے کہ جو اس دنیا سے گذر چکا ہو کبھی واپس نہیں آسکتا

اور الیسوں کی واپسی کا وعدہ صرف ایک روحانی معنے اپنے اندر رکھا کرتا ہے۔ اگر کسی کی آمد ثانی اسی وجود کے ساتھ جائز اور صحیح ہے تو یہود کا انکار مسیح بھی جائز اور صحیح تھا لیکن نہ یہود بے قصور ہیں اور نہ ایسی آمد جائز ہے جو کوئی پچھلی بات کا قائل نہیں اسے پہلی بات کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اگر جسمانی آمد ثانی جائز تھی تو پھر یہود کیوں بغیر قصور کے بُرے بنائے جاتے ہیں انہوں نے کلام الٰہی میں اس بات کو پڑھا تھا کہ الیاس نبی دوبارہ آئیگا ان کو یہ نہ کہا گیا تھا کہ مثیل الیاس آنے والا ہے نہ یسوع نے ان کو کبھی یہ کہا تھا کہ الیاس کی آمد ثانی کے اعتقاد میں تم غلطی کھا رہے ہو یسوع نے اس امر سے انکار نہیں کیا کہ الیاس کی پیشگوئی کی گئی تھی لیکن اس نے انہیں یہ کہا کہ الیاس کی آمد یوحنا میں پوری ہو گئی ہے جو کہ الیاس کی روح اور طاقت میں آیا ہے۔ پس آمد ثانی سے مراد اس کے روحانی طاقت کی دوبارہ آمد تھی نہ کہ اس کی جسمانی آمد یا جسم کے کسی حصہ کی آمد روح ہی ہے جو باقی رہتا ہے نہ کہ جسم اور اسواسطے روح ہی واپس آسکتا ہے۔ روح سے مراد اس جگہ جان نہیں ہے اور نہ ہم مسئلہ تناسخ کی تائید کرتے ہیں بلکہ ہم اس کو ٹھیک ان معنوں میں لیتے ہیں جن میں یسوع نے اس کو لیا +

اب ہم مسیح یا یسوع کے دوبارہ آنے کی طرف توجہ کرتے ہیں جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے عیسائی صحیفوں میں جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ بالکل اس طرح کی ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں متی کہتا ہے کہ جیسا کہ بجلی مشرق میں کوندتی اور مغرب میں چمکتی ہے ایسا ہی ابن آدم کا آنا ہے... ان دنوں کی تکالیف کے بعد جلد سورج اندھیرا ہوگا اور چاند اپنی روشنی چھوڑ دیگا اور ستارے آسمان سے گر پڑینگے اور آسمان کی طاقتیں ہل جائینگی اور تب ابن آدم کی نشانی آسمان میں نمودار ہوگی تب زمین کی تمام قومیں گریہ وزاری کرینگی اور وہ ابن آدم کو آسمان کے بادلوں میں طاقت اور جلال کے ساتھ آتے ہوئے دیکھینگی اور وہ اپنے فرشتوں کو ایک بڑی تُرہی دیکر بھیجیگا جو کہ چاروں طرف سے برگزیدوں کو جمع کرینگے۔ آسمان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک (متی ۲۴-۲۷ تا ۳۱)

اس پیشگوئی کا جو یسوع کی آمد ثانی کے متعلق ہے ان پیشگوئیوں کے ساتھ مقابلہ کرو۔ جو مسیح اول کے متعلق اسرائیلی انبیاء نے کی تھیں اور بنی اسرائیل کی کتب میں موجود تھیں +

"دیکھو میں اپنا رسول بھیجونگا اور وہ میرے آگے راہ تیار کریگا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو اچانک اپنی ہیکل میں نمودار ہوگا کیونکہ دیکھو وہ دن آتا ہے جو بھٹے کی طرح تپایا جائیگا۔ تب سارے مغرور اور ہر ایک جو بدکاری کرتا ہے کھونٹی کی مانند ہونگے... اور تم شریروں کو پائمال کروگے کیونکہ جس دن کہ میں یہ ٹھہراؤں وے تمہارے پاؤں تلے کی راکھ ہونگے رب الافواج فرماتا ہے... دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا ملاکی ۳ و ۴"۔

"دیکھو میں ایسا کرونگا کہ یروشلم آس پاس کی ساری قوموں کے لئے تھرتھراہٹ کا پیالہ ہوگی... اس دن خداوند فرماتا ہے میں ہر ایک گھوڑے کو ایسا مارونگا کہ سب حیران رہ جاویں اور اس کے سوار کو دیوانہ کر دونگا... تب خداوند خروج کریگا اور ان قوموں کے ساتھ جس طرح سابق میں جنگ کے دن لڑا تھا لڑائی کریگا اور اس کے پاؤں اس دن زیتون کے پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے پورب پر ہے جمے رہیں گے اور زیتون کا پہاڑ بیچوں بیچ پچھم کی طرف اور پورب کی طرف ایسا پھٹ جائیگا کہ اس میں نہایت بڑی وادی ہو جائیگی کیونکہ آدھا پہاڑ اتر کی طرف سرک جائیگا اور آدھا اسکا دکن کی طرف اور خداوند میرا خدا آویگا اور سارے قدسی تیرے ساتھ اور اسی دن ایسا ہوگا۔ کہ نفیس اجرام فلک کی روشن نہ ہوگی۔ اور اسی دن یوں ہوگا کہ جیتا پانی یروشلم میں سے جاری ہوگا اور اس کا آدھا پوربی سمندر کی طرف اور اس کا آدھا پچھمی سمندر کی طرف... اور خداوند تمام زمین پر بادشاہ ہوگا اور ساری غیر قوموں کا حال جو آس پاس ہیں کیا سونا کیا روپا کیا لباس بڑی کثرت سے فراہم کیا جائیگا۔ (ذکریا باب ۱۲-۱۴)

اُن دنوں میں ایسا ہوگا کہ دس آدمی جن کی جدی جدی لغت ہو ہاتھ بڑھائینگے ہاں ایک یہودی شخص کے دامن کو پکڑینگے اور کہینگے کہ ہم تمہارے ساتھ جائینگے کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ خدا تمہارے ساتھ ہے" (ذکریا باب ۸-۲۰)

ایسی ہی اور پیشگوئیاں زمانہ مسیح میں خوارق و عجائبات کا وعدہ کرتی ہوئی یہود کی کتب مقدسہ میں بکثرت پائی جاتی ہیں اور یسوع کی آمد کے وقت ان میں سے ایک خارق عادت امر بھی ظاہر نہ ہوا تھا اور یہود کی کوئی امید بھی پوری نہ ہونے پائی تھی تاہم ان خوارق میں اور مسیح کی آمد ثانی

کے نشانات کے درمیان کوئی حد فاصل کھینچی جا نہیں سکتی کوئی سمجھ دار آدمی ایسی بیہودگی حضرت عیسےٰ جیسے نبی کی طرف منسوب نہیں کرسکتا کہ وہ آپ تو یہودیوں کو موعودہ عجائبات کے دکھلانے سے انکار کرتا رہا اور ان کو کہا کہ ان کے معانی مجازاً لینے چاہئیں اور خود حواریوں کو یہ وعدہ دیا کہ آمد ثانی کا مسیح ایسے خوارق اور معجزات اپنے لفظی معنوں میں پورا کریگا اگر یسوع نے ایسا کیا اور کہا تو اس نے نہ صرف دو متضاد باتوں کو پیش کیا بلکہ ارادتاً مخلوق کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جبکہ کوئی شخص کسی خاص خوارق یا عجائبات کے متعلق اپنی یہ رائے ایک دفعہ ظاہر کردے کہ ان سے مراد صرف روحانی امور ہیں اور یہ مجاز اور استعارہ کے طور پر سمجھنے چاہئیں تو جب کبھی وہ اس قسم کے معجزات اور خوارق کا ذکر پھر اپنے متعلق کرے تو اس سے بھی مجاز و استعارہ ہی مراد لینی چاہئے۔ اگر یہودی حضرت عیسےٰ کا انکار کرنے میں سچے نہ تھے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آمد ثانی کے متعلق جو خوارق بیان کئے گئے ہیں ان کو مجاز کے رنگ میں لینا چاہئے اور اگر یہودی اپنے انکار میں سچے تھے۔ تو نعوذ باللہ حضرت عیسےٰ کاذب تھے اگر ہم خود پیشگوئیوں کا پورا ہونا بجائے مجاز کے لفظی معنوں میں چاہتے ہیں اور بجائے روحانی طرز کے جسمانی طرز کی خواہش رکھتے ہیں تو پھر بیچارے یہودیوں کا کیا قصور تھا بیشک یہودیوں کا راہ تاریک تھا مگر یہود کے واقعہ نے ہمارے راہ کو تو بالکل روشن کردیا ہے روحانی معانی کی تفہیم ان کے لئے ایسی صاف نہ تھی جیسے کہ ہمارے لئے ہے۔ انکے پاس اس مشکل کے حل کرنے کے لئے کوئی راہ نمانہ تھا پر ہمارے پاس ایک مثال موجود ہے اس وقت آمد ثانی کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے مسیح کو صرف انسان سمجھ کر جیسا کہ پہلے سے اسکے لئے یہودیوں میں امید اور نبوت چلی آتی تھی اور جیسا کہ وہ درحقیقت انکے درمیان نمودار ہوا تھا ہر ایک عیسائی اس امر کے ماننے پر مجبور ہوگا کہ آمد ثانی اس طرز پر ہونی چاہئے جس طرز پر کہ الیاس کی آمد ثانی ہوئی تھی اور اسکے متعلق خوارق اور عجائبات کو انہیں روحانی معنوں میں لینا چاہئے جن معنوں میں کہ الیاس کی آمد ثانی کے وقت ایسے الفاظ کو لیا گیا تھا۔ خدا تعالےٰ نے یہ صفائی سے ظاہر کردیا ہے کہ کسی شخص کی آمد ثانی کس طرح سے ہوا کرتی ہے۔ اگر جسمانی آمد ثانی شریعت الٰہی کے مطابق جائز تھی تو یہود کو یہ حق حاصل تھا کہ الیاس کی جسمانی واپسی کے طلبگار ہوتے اور جب تک یہ بات پوری نہ ہوئی مسیحیت کے ہر ایک مدعی کو مفتری قرار دینے کے لئے انکو پورا حق حاصل تھا لیکن اگر یہود

کو برا کہا جاوے تو ساتھ ہی اس عقیدہ کو بھی بُرا کہنا پڑتا ہے کہ کوئی شخص دوبارہ جسمانی طور پر نازل ہوگا اور اس کی آمد کے وقت جن عجائبات کا انتظار ہے ان کو روحانی سمجھنا چاہئے کیونکہ یسوع نے دنیا میں آکر خود اس بات کو ثابت اور تسلیم کر دیا ہوا ہے۔ اگرچہ پہلا مسیح باوجود سیکڑوں نشانات کے وعدہ کے بغیر ایک معجزہ کے بھی ظاہر ہو گیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ دوسرا مسیح معمولی قدرتی طور پر دنیا میں داخل نہ ہو جائے اور کیا وجہ ہے کہ ہم بیفائدہ بادلوں کی طرف دیکھتے رہیں اور اپنے آپ کو داناؤں کی نظروں میں بیوقوف بنائیں اور توہمات میں گرفتار رہیں۔ ہمیں چاہئیے کہ راہ راست کی طرف توجہ کریں۔ تاکہ ہم روشنی میں چلیں اور سچے مسیح کو ہم دیکھ سکیں +

اگر یہ کہا جائے کہ یہود کے دل بدی کی طرف پھرے ہوئے تھے اور ان کی تنگ رسومات انہیں آسمانی نشانات پہچاننے نہیں دیتی تھیں تو یہی اعتراض موجودہ حالت پر بھی وارد ہو سکتا ہے عیسائیوں کی کتب سے ہم اس امر کے لئے کافی شہادت پیدا کر سکتے ہیں کہ آج کل کے گرجے ویسی ہی تنگ اور خشک رسومات سے بھرے پڑے ہیں جیسے کہ آمد یسوع کے وقت ہیکل کا حال تھا لیکن ہم اس جگہ چند ایک بائبل کی شہادات پر قناعت کرتے ہیں۔ "تو یہ جان رکھ کہ آخری دنوں میں بُرے اوقات آوینگے کیونکہ آدمی خود غرض۔ زردوست۔ لاف زن۔ گھمنڈی کفر بکنیوالے۔ ماں باپ کے نافرمانبردار۔ ناشکر۔ ناپاک بے درد۔ کینہ ور۔ تہمتی بدپرہیز بے رحم نیکی کے دشمن۔ دغا باز۔ بے لحاظ۔ پھولنے والے۔ خدا کے چاہنے کی بہ نسبت عشرت کے زیادہ چاہنے والے"۔ (۲ تمطاؤس باب ۳۔ ۱ سے ۴ آیت) "جب ابن آدم آویگا تو کیا وہ زمین میں ایمانداری پائیگا" (لوقا ۱۸۔ ۸) وہ نیکی کی ظاہری شکل رکھتے ہونگے مگر دراصل نیکی ان میں نہ پائی جاتی ہوگی" کیا یہ حالت یہودیوں سے بھی بدتر حالت نہیں ہے کیا وہ لوگ جو ایمان سے خالی ہیں اور زمین پر جھکے ہوئے ہیں اس لائق ہیں کہ آسمانی باتوں کو سمجھ سکیں اور ان کے درست معانی کو فہم میں لا سکیں + کیا یہود نے جان بوجھ کر اس برکت کے لینے سے انکار کیا تھا جس کے لئے وہ اتنی مدت سے مضطرب ہو رہے تھے کوئی عقلمند انسان اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ وہ اس وقت بڑی مشکلات سے گھرے ہوئے تھے اور الٰہی مدد کی ضرورت کو بہت محسوس کر رہے تھے وہ اپنے نجات دہندہ کے استقبال کے واسطے بالکل تیار تھے اور اضطراب سے اس کی آمد کا انتظار کر رہے تھے وہ خدا کی برگزیدہ قوم تھی مسیح کے قبول کرنے پر ان کو بڑے بڑے برکات کا وعدہ تھا بلکہ تمام مصائب کے درمیان آمد مسیح کا خیال ہی ان کے لئے

بڑے تشفیوں کا موجب تھا کیسا پسندیدہ خیال اور کتنی اعلےٰ خوشی ان کے سامنے تھی کہ یروشلم دنیا کا مرکز بنیگا۔ اور وہ تمام قوموں پر بالاتر ہونگے اور امن اور سلامتی ان کو ہمیشہ کے لئے عطا کی جائیگی کیا یہ لوگ اس برکت کا ارادتاً انکار کر سکتے تھے ایسا کہنا یہود پر سخت ظلم ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ پیشگوئی کی سچی تفہیم میں ان کو بڑی غلطی لگی تھی۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس غلطی میں پڑنے کے لئے وہ کسی قدر معذور تھے تب بھی موجودہ نسل کیواسطے ویسی ہی غلطی میں پڑنے کے لئے کوئی عذر نہیں ہو سکتا خدا کی ایک برگزیدہ قوم جن کو تمام برکات کے وعدے دئے گئے تھے جبکہ وہ اس غلطی میں پڑے تو پھر ہمیں تو اس امر میں بہت ہی محتاط ہونا چاہیئے۔ ہم پیشگوئیوں کا پورا ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں ہم جانتے ہیں کہ وقت یہی ہے پس مناسب نہیں کہ پیشگوئی کے ظاہر الفاظ ہمارے لئے ایک رکاوٹ بنیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہم سے پہلے ایک قوم محض الفاظ کی پیروی کرنے کے سبب اپنے آپ کو تباہی میں ڈال چکی ہے۔ اُسی یسوع کی جسمانی اور ظاہری آمد کا انتظار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہود نے اسی الیاس کی جسمانی اور ظاہری آمد کا انتظار کیا تھا پس اس قوم کے قدم بہ قدم چلنا مناسب نہیں جس کو یسوع نے اسواسطے برا کہا کہ وہ پیشگوئی کے ظاہر الفاظ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔

چند اور باتیں بھی ایسی ہیں کہ ان پر غور کرنے سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے یعنی دوسرا مسیح اگرچہ روحانی طور پر پہلے مسیح کے ساتھ ایک ہوگا تاہم جسمانی طور پر یہ وہی شخص نہیں ہے جو کہ پہلے زمین پر کچھ عرصہ رہ کر وفات پا گیا تھا۔ انجیلوں سے یہ ثابت ہے کہ یسوع اپنی آمد کو چور کے ساتھ مشابہت دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی آمد کسی قدر دھندلے پن میں رہیگی اگر مذکورہ بالا پیشگوئی کو لفظاً لیا جائے تو پھر کسی دھندلاپن کا اسمیں امکان نہیں۔ ایسے شخص کو جو فرشتوں کے ساتھ آسمان سے نازل ہو اور بزرگوں کی فوج نیچے سے اس کے استقبال کیلئے نصف آسمان تک اوپر چڑھے۔ ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس کا آنا چور کی طرح ہے چور سب کی نظروں سے غائب رہتا ہے سوائے شائد پہرے والے کی نظر کے جو کہ برابر جاگتا رہتا ہے درحالیکہ دوسرے سب سوئے ہوئے ہوتے ہیں سونے والوں کو چور کی خبر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ اسکو پہچان سکتے ہیں بجز علاوہ اس کے کہ وہ تاریکی میں آتا ہے ساتھ ہی بھیس بھی بدل کر نمودار ہوتا ہے ایسا ہی یسوع کو آنا چاہیئے۔ جو اس کے نزول کے لئے بادلوں کی طرف دیکھ رہے ہیں وہ سب سوئے ہوئے ہیں اور پہرے والے تھوڑے ہی ہیں جو پیشگوئی کے اصل مفہوم

کو سمجھتے ہیں علاوہ ازیں روحانی طور پر تو یہ وہی آدمی ہے جیسا کہ یوحنا روحانی طور پر الیاس ہی تھا لیکن وہ ایک اور انسان کی شکل میں بھیس بدل کر آیا ہے اور اسی واسطے اسکی آمد کو چور کا سا آنا کہا جاتا ہے ایک اور آیت جو کہ اس موقعہ پر قابل غور ہے وہ لوقا ۱۷-۲۶ ہے ''جیسا کہ نوح کے زمانہ میں تھا ایسا ہی ابن آدم کے زمانہ میں بھی ہوگا'' نوح کے زمانہ میں یہی ہوا تھا کہ حضرت نوح نے خدا کا رسول ہونے کا دعوے کیا اور لوگوں کو وعظ کیا مگر کسی نے اسکی بات نہ سنی تب خدا نے اس شریر نسل کو سزا دی اور ان پر تباہی ڈالی ایسا ہی ابن آدم کے زمانہ میں بھی واقع ہونا چاہیئے غور کرنا چاہیئے کہ یہ واقع اسکی آمد پر نہیں بلکہ اسکے زمانہ میں واقع ہونیوالا ہے +

وہ آئیگا پر لوگ اسے نہیں پہچانینگے وہ وعظ کریگا پر کوئی اس کی بات نہ سنے گا بلکہ اُس کو دُکھ دیا جائیگا اور بالآخر خدا کا غضب اس شریر قوم پر بھڑک پڑیگا جیسا کہ الفاظ نوح کے دنوں سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت نوح کی بعثت کے دن بلکہ وہ دن جب حضرت نوح لوگوں میں وعظ کر چکے اور انہوں نے ان کی بات نہ مانی اور ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا ایسا ہی ابن آدم کے دنوں سے بھی مراد ابن آدم کے آنے کا دن نہیں ہے بلکہ وہ دن جب کہ ابن آدم لوگوں کو تبلیغ کرے اور وہ بالآخر اس کی نہ مانیں اور ان پر عذاب الہی نازل ہو۔ ایسا ہی پھر اس آیت میں آگے لکھا ہے کہ ''وے کھاتے اور پیتے اور بیاہ کرتے اور بیاہے جاتے تھے یہانتک کہ وہ دن الخ'' باوجود حضرت نوح کی وعظ کے ایسا ہو رہا تھا۔ حضرت نوح کے وعظ کی کوئی پروا نہیں کرتا تھا۔ آخری دنوں میں جبکہ مسیح وعظ کریگا اسوقت بھی ایسا ہی واقع ہوگا +

اس رات دو آدمی بستر پر ہونگے ایک اٹھایا جائیگا اور دوسرا چھوڑا جائیگا۔ دو عورتیں اکٹھی چکی پیستی ہونگی ایک لی جائیگی اور دوسری چھوڑ دی جائیگی۔ دو آدمی کھیت میں ہونگے ایک لیا جائیگا اور دوسرا چھوڑ دیا جائیگا۔ اس سب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کا غضب لوگوں پر مسیح کی بات نہ سننے کے سبب طاعون کی شکل میں نازل ہوگا۔ خدا کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک کہ اپنے کسی رسول کے ذریعہ سے ان کو وعظ نہ کرلے اور ظاہر نشانات ان کو دکھا نہ لے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا کے غضب کی مار کسی قوم پر پڑے پیشتر اس کے کہ ان کو اپنی اصلاح کا کوئی موقعہ دیا گیا ہو جب سے دنیا شروع ہوئی ہے الہی قانون میں کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ ایک اور شہادت متی باب ۱۷- آیت ۱۲ سے ملتی ہے ''لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن انہوں نے اس کو نہ پہچانا بلکہ جو کچھ چاہا اسکے

ساتھ کیا ایسا ہی ابن آدم ان سے دکھ اُٹھائیگا" یہاں یسوع آمد الیاس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ یہ الیاس کی آمد ثانی تھی جب وہ یوحنا میں نمودار ہوا لیکن اگرچہ الیاس پیشگوئی کے مطابق دوبارہ آیا تھا تاہم یہودیوں نے اس کو نہ پہچانا اور اسواسطے اس کو تکلیف دی۔ ایسا ہی یسوع بھی دکھ اٹھائیگا یہاں ظاہر ہے کہ یسوع اپنی دوسری آمد میں دکھ اُٹھانے کی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ الیاس جس کے ساتھ وہ اپنی مشابہت دے رہا ہے اسوقت اپنی دوبارہ آمد میں تھا جیسا کہ الیاس کو اسکی دوسری آمد میں لوگوں نے نہ پہچانا اگرچہ یسوع کے کلام کے مطابق اسکی یہ آمد درست تھی ایسا ہی یسوع نے بھی دوسری آمد میں تکلیف اٹھانی تھی جبکہ وہ الیاس کی مانند نہ اپنے پہلے جسم میں بلکہ کسی اور کے جسم میں نمودار ہو۔

مذہب عیسوی کی مشکلات اور یونیورسٹیوں میں اپیل

اخبار کیمبرج کرانیکل ۳۱ جولائی ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں لکھتا ہے:۔

"مندرجہ ذیل اپیل اکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں کے چانسلروں کے پاس بھیجی گئی ہے۔ ہندوستان میں عیسائی مذہب اور بائیبل کی حالت بہت ہی خطرناک ہو رہی ہے جسکی وجہ بائیبل کے متعلق نئی تحقیقات سے جو مسئلے پیدا ہوئے ہیں ان کا پھیل جانا ہے اور جن کو وہاں انگریزی یونیورسٹیوں کی تعلیم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ دیسی اخبارات خصوصاً اور بالا امتیاز پنجاب کا اخبار ریویو آف ریلیجنز کھلے طور پر اس امر کو پیش کرتے ہیں کہ یہ تعلیم عیسائی مذہب کی تردید کرنیوالی ہے اور بائیبل یقیناً سچائی میں اور اسی وجہ پر اخلاقی تعلیم کے لحاظ سے قرآن شریف سے بہت ادنے اور کم درجہ پر ہے اسی قسم کی باتیں اور شکائتیں بنگال، شام، آسٹریلیا۔ اور دنیا کے دوسرے حصوں سے پہنچ رہی ہیں۔ پادریوں کی حالت عجیب بے ڈھنگی ہو رہی ہے کیونکہ مذہب عیسائی کی اس کتاب مقدس یعنی بائیبل سے انہیں تعلیم دینی پڑتی ہے جسکی صداقت کا انکار عیسائی مذہب کے عین مرکز میں یعنی خود یونیورسٹیوں میں ہو رہا ہے اور اگرچہ بائیبل کے متعلق اس اعلےٰ تنقید کے مسئلے باریک علوم اور نئی تحقیقات کی روشنی میں اور نیز بائیبل کی تنقید کی تمام شاخوں میں ماہر علوم کے لحاظ سے جیسے مثلاً زباندانی۔ قدیم چیزوں کا علم۔ ادب اور تاریخ اور پھر سب سے بڑھ کر نئے علوم طبعیات کی روشنی میں یہ مسئلے بے دلیل ثابت ہو گئے ہیں۔ لیکن اسمیں کیا شک ہے کہ بائیبل کی صداقت کے انکار کے یہ مسئلے یونیورسٹیوں سے نکل کر تمام دنیا میں پہنچ چکے ہیں یہاں تک کہ

دانا مسلمان اب دیسیوں کے سامنے بائیبل کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ وہ قرآن شریف سے بڑھکر
کچھ نہیں سکھلاتی بلکہ جہانتک اسکی صداقت کا سوال ہے یہ قرآن شریف سے بہت کم درجہ پر ہے کیونکہ قرآن کریم
کی صداقت پر اسکے پیروؤں کو ذرا بھی شک نہیں ۔ یہ اس ملک کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ بائیبل کی اعلےٰ
تنقید کے مسئلوں کی علمی تردید اسکے ہاتھ میں آگئی ہے اور اس سے بڑھکر یہ کہ یہ علمی تردید یونیورسٹیوں سے
باہر اور انکے بلاواسطہ ہے اور خواہ اس حالت کو یونیورسٹیاں تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن یہ حالت اس ملک
میں عام طور پر تسلیم کی جارہی ہے کیونکہ اس سارے مضمون پر نئی ماہرانہ تصنیفات کی وجہ سے کامل علوم پھیل
رہے ہیں لیکن اگر یونیورسٹیوں کے اوقاف عیسائی مذہب کی تائید سے اس طرح پر منحرف کئے جاتے ہیں اور
اگر یونیورسٹیوں کے سرکاری سبیل مذہب عیسائی کی بنیاد یعنی بائبل کی صداقت کے انکار کے لئے اور یا بائیبل
کے زور کو کم کرکے قرآن شریف کے برابر کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں تو پھر یونیورسٹیوں کے چانسلروں
کے سامنے یہ کھلی اپیل پیش کی جاتی ہے کیونکہ یونیورسٹیاں صحیح معنوں میں قومی ورثہ ہیں اور اس عیسائی تعلیم
کا سچا نقشہ پیش کرتی ہیں جو کہ یونیورسٹی کی کتبہ "خداوند مجھے نور دے" میں منقوش ہے ۔ اور یونیورسٹیوں کا ایسی
تعلیم پر اصرار کرنا جسکو غیر عیسائی لوگ بھی جنکو عیسائی کرنے کے لئے اس ملک سے مشنری بھیجے جاتے
ہیں اپنی تعلیم کی طرح ہی سمجھتے ہیں ۔ اصل مقصد سے بالکل اور مطلقاً دور جا پڑنا ہے اور قوانین یونیورسٹی
کی علانیہ خلاف ورزی ہے اس مضمون پر کیا دنیوی اور کیا مذہبی اخبارات میں خط و کتابت کے بڑے
بڑے انبار اس امر کو ظاہر کرتے ہیں کہ ان علمی دلائل کے متعلق جن سے اعلےٰ تنقید بائیبل کے مسئلوں
کی غلطی ثابت ہوتی ہے پورا پورا اور مفصل علم وسیع پیمانے پر عام ہو چکا ہے اور یونیورسٹیوں کا اعتبار
جوان کو مفید اور مذہبی تعلیم کے مرکز ہونے کے رو سے حاصل ہے بالکل جاتا رہیگا اگر وہ بائیبل
کو گرانیوالی تنقید کا راستہ نہ چھوڑدیں گی جو اب اس ملک میں غلط تسلیم ہو چکا ہے ۔

سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ یونیورسٹیوں کا خدا اور عیسائیت کے انقیاد اور اطاعت کو بدلنا
خواہ اس کی وجہ عارضی طور پر عقلی پلہ کا بھاری ہو جانا ہو جو پچھلی نصف صدی کی تحقیقاتوں یا
انکلوں سے ہوا ہے یا کوئی اور وجہ ہو ایسی تبدیلی اس عیسائی ملک کے عام لوگوں کی منظوری
کے بغیر نہیں ہو سکتی ۔ اور حقیقت میں یہ ایک ایسا اہم اور بنیادی سوال ہے جو مقامی طور پر
یونیورسٹیوں میں تصفیہ نہیں پا سکتا بلکہ تمام دنیا کی انگریزی عیسائیت کی عام منظوری سے روا رکھا جا سکتا ہے ۔

کیمبرج کرانیکل کی یہ تحریر عیسائی پادریونکی حالت سے زیادہ بے سروپا ہے تعجب آتا ہے کہ یونیورسٹیوں کی تعلیم پر اعتراض کس قسم کا کیا جاتا ہے خواہ یہ اپیل سنجیدگی سے ہی پیش کی گئی ہو مگر اسمیں شک نہیں کہ اسمیں جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ بالکل بیہودہ ہے یونیورسٹیاں اس تعلیم کو کیونکر پھیلا سکتی ہیں جسکو وہ جھوٹا سمجھ رہی ہیں۔ اگر عیسائی لوگ گذشتہ انیس سو سال سے ایک سخت گمراہی میں پڑے رہے ہیں تو انکی گمراہی یونیورسٹیوں کیلئے کوئی دلیل نہیں کہ غلطی کے اظہار کے بعد بھی وہ اسی غلطی کی تعلیم ہی دیتی رہیں کیا یونیورسٹیونکی بنیاد جھوٹ اور غلطیوں کی تعلیم دینے کیلئے رکھی گئی تھی یہ کہنا کہ یونیورسٹیونکا فرض ہے کہ عوام کی مذہبی رائے کی تائید کریں خواہ اسے جھوٹا سمجھیں یا سچا۔ اس سے بڑھ کر کوئی بیہودگی نہیں +

کیمبرج کرانیکل کی تحریر تضادات کا عجیب مجموعہ ہے ایک طرف تو یہ خطرہ پڑا ہوا ہے کہ بائیبل کی اعلے تنقید کے مسئلوں کے پھیل جانے سے عیسائیت اور بائیبل کی حالت نہایت خطرناک ہو رہی ہے دوسری طرف یہ بھی جتلانا مقصود ہے کہ اندر ہی اندر ان مسئلوں کی خیالی علمی تردید ہاتھ آ جانے سے اطمینان ہو گیا ہے اخبار مذکور دعوے کرتا ہے کہ تنقید بائیبل کے سارے مضمون پر نئی ماہرانہ تصنیفات میں سے اسے نئے کامل علوم حاصل ہوئے ہیں جن سے اعلے تنقید کے مسئلوں کی تردید ہوتی ہے ہم تعجب کرتے ہیں کہ کیا بائیبل کا دائرۃ المعارف جسکی چوتھی اور اخیری جلد بھی چند مہینے ہی ہوئے ہیں شائع ہوئی ہے اور جو ہر ملک کے فاضلان بائیبل کے عمیق غور و فکر کا نتیجہ ہے ان "نئی ماہرانہ تصنیفات" کے اندر نہیں آتی۔ اس قابل قدر تصنیف کے مصنفوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف برطانیہ کلاں کے فاضلان و ماہران بائیبل ہی شامل ہیں بلکہ ہر ایک عیسائی ملک کے عالم جو علوم بائیبل میں خاص طور پر امتیاز رکھتے ہیں انکی قلموں کے لکھے ہوئے آرٹیکل بھی اسمیں موجود ہیں اور ہر ملک کے فاضلوں کے نام ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ اس کتاب میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ حاوی اور صحیح خیالات ہیں یہ امر بالکل قابل تسلیم نہیں کہ اس قسم کے مشہور اور فاضل ماہران بائیبل جیسے پروفیسر کین[1] ٹیل[2]۔ ولہاسن[3] شمٹ[4] شمیڈل[5] گلڈنر[6]۔ نولڈیک[7] اور انگلستان اور دوسرے ممالک کی یونیورسٹیوں کے پروفیسر لکچرار اور فیلو جن کی تعداد

---

[1] آکسفورڈ میں کتاب مقدس کے ترجمہ کا پروفیسر [2] لیڈن میں تاریخ مذہب اور فلسفہ مذہب کا پروفیسر [3] گوٹنگن میں شامی زبانوں (یعنی عربی عبرانی سریانی وغیرہ) کی زباندانی کا پروفیسر [4] نیویارک میں شامی زبانوں اور شامی علم ادب کا پروفیسر [5] زیورچ میں تفسیر انجیل کا پروفیسر [6] برلن میں پروفیسر [7] سٹراسبرگ میں شامی زبانوں کا پروفیسر +

کچھ تھوڑی سی نہیں یہ سب کے سب "ان کامل علوم" اور ان "علمی دلائل" سے محض ناواقف رہے جنکا پتہ کیمبرج کرانیکل کو ملگیا یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان فاضل لوگوں کو عیسائی مذہب اور بائیبل کے خلاف کوئی تعصب تھا نہیں بلکہ انکو جو بائیبل سے محبت ہے وہ اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ ہے جو کیمبرج کرانیکل کو ہے چنانچہ دائرۃ المعارف مذکور کی تمہید میں اسکے اڈیٹر لکھتے ہیں کہ ہم اس دفعہ کو ختم کرنے سے پہلے سچے دل سے یہ شہادت ادا کرتے ہیں کہ بائیبل پر محققانہ اور تاریخی نظر کے ساتھ جبکہ وہ نظر کافی طور پر محیط ہو کتاب مقدس کے ساتھ محبت ہمیشہ بڑھتی رہیگی" +

عیسائی مذہب کی حقیقت اگر معلوم ہو سکتی ہے تو صرف عیسائی یونیورسٹیوں سے ہی ہو سکتی ہے جو کہ عیسائی تعلیم کی مرکز ہیں نہ کہ عوام سے جو عموماً جاہل ہوتے ہیں اور نہ ہی اس قسم کے متعصب مذہبی پرچوں سے جنکی غرض عوام کو خوش کرنا ہوتا ہے کیمبرج کرانیکل کی یہ رائے ہے کہ یونیورسٹیوں کیلئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ سچائی کو شائع کریں جب تک کہ عام لوگ ان کے ساتھ اتفاق نہ کریں کیا کوئی عقلمند انسان ایسی بیہودہ بات کو تسلیم کر سکتا ہے سچے مذہبی علوم تمام دوسرے سچے علوم کی طرح عوام سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ عوام تو اندھوں کی طرح انہیں سڑے گلے پرانے عقائد کے پیچھے چلتے رہتے ہیں جب تک کہ ان کے خلاف عقائد مضبوطی کے ساتھ قائم نہ ہو جاویں اگرچہ پادریوں اور واعظوں پر یہ کبھی امید نہیں ہو سکتی کہ وہ پرانے عقائد کو چھوڑ سکیں کیونکہ انکے لئے وہ ذریعہ معاش ہوتے ہیں لیکن باوجود اس بات کے بائیبل کی اعلےٰ تنقید کے مسئلے عام طور پر گرجوں کے پادری اور مشنری لوگ تسلیم کر رہے ہیں +

کیمبرج کرانیکل کی یہ عجیب اپیل عیسائی مذہب کی افسوس ناک حالت کو ظاہر کرتی ہو دراصل اس اپیل کا منشاء یہ ہو کہ وہ ان خیالات کی تردید سے جن پر عیسائی مذہب قائم ہے اور جو انیس سو سال سے عیسائی دنیا میں مانے چلے آئے ہیں عیسائیت پر وہ کاری حربہ نہ چلائیں جس سے اس کا کام تمام ہو جائے آہ کتنی بڑی یہ مصیبت ہو۔ ایک زبردست مذہب جو دو ہزار سال سے کروڑہا آدمیونکی قسمت کا فیصلہ کرتا رہا ہے اور جسکی حکومت دنیا کے اتنے بڑے حصے پر پھیلی ہوئی ہے اب چند انسانونکے سامنے عاجزی سے جھک کر یہ التجا کر رہا ہے کہ مجھ پر ایسا حربہ نہ چلاؤ جو میری زندگی کا خاتمہ کردے ایک مذہب جو ایسا طاقتور اور غالب رہ چکا ہے آخرکار مجبور ہو گیا ہو کہ ایک نہایت حقیرانہ صورت اختیار کرے اگرچہ انسلران اسکی حالت پر رحم بھی کریں تو بھی قبر مسیح کی دریافت سے اسے وہ صدمہ پہنچا ہے کہ دوبارہ یہ اپنا سر نہیں اٹھا

سکیگا۔ اگرچہ عیسائیت کی حالت موجودہ حالات کے ماتحت نہایت ہی افسوسناک ہے مگر یہ ضروری تھا کہ جھوٹ اور سچ کی پرکھ کے لئے یہ واقعات ظہور میں آتے۔ اور عیسائیت کو یہ مصیبت کا دن دیکھنا پڑتا آسمانی مذہب پر جب مشکلات آتے ہیں تو اسکی نظر بھی آسمان کیطرف ہی ہوتی ہو تا کہ اسے اوپر سے تائید ربانی پہنچے لیکن ہر ایک زمینی سلسلہ کو زمینی اسباب کی طرف جھکنا پڑتا ہو۔ عیسائی مذہب کو اسلام سے زیادہ مشکلات درپیش نہیں ہیں لیکن اسلام کو آسمان سے مدد دی گئی اور اسکی مشکلات کے وقت میں آسمان سے ایک انسان بھیجا گیا اور آسمانی پانی سے اسے دوبارہ زندگی بخشی گئی اور عیسائی مذہب کو زمینی انسانوں کے دروازوں پر التجا کرنے کی ضرورت درپیش آئی جب عیسائیت کے معجزات پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ صرف قصے کہانیاں ہیں تو اسے عاجز ہو کر ساکت ہونا پڑتا ہے اور کسی طرح اس الزام سے اپنی بریت ثابت کرنے کے وہ قابل نہیں ہوتا اگرچہ انجیلوں میں یہ وعدہ بھی دیا گیا تھا کہ مسیح کے پیرو مسیح کی طرح ہی معجزات دکھائینگے لیکن جو مذہب زندہ اور طاقتور خدا کیطرف سے ہو یعنی مذہب اسلام وہ خدا کے فضل سے آج بھی خدا کی طرف سے ہونے کے وہی آسمانی نشان دکھا سکتا ہے جو اس سے تیرہ سو سال پہلے دکھاتا تھا جو اصول انیس سو سال سے عیسائی مذہب میں مسلم رہے ہیں وہ آج جھوٹے اور غلط ثابت ہونے پر اسے یونیورسٹیوں کے چانسلروں کے پاس اپیل پیش کرنی پڑی لیکن بالمقابل اسلام کو دیکھو کہ جب لوگوں نے اسکے پاک اصول پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو خدائیتعالے نے اپنے رسول کو جو مسیح موعود ہے دنیا میں بھیجا تا آسمانی نشانوں کے ساتھ وہ پاکیزگی کو دلوں میں قائم کرے اور اسلام کی سچائی کو روشن کر کے دکھلاوے۔ کیا یہ ایک زندہ اور مردہ مذہب۔ جھوٹے اور سچے اصول کے درمیان صاف امتیاز نہیں؟

اگر مذہب ایک آسمانی چیز ہو اور زمین سے نہیں نکلتا تو پھر اسمیں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ جب اس پر کوئی سخت حملہ ہو یا وہ سخت مشکلات میں گھر جاوے تو آسمانی نشانوں کے ساتھ اسی طرح پر اس کے اصول دوبارہ مضبوط کئے جاویں جیسا کہ اسکی پیدایش کے وقت آسمانی نشانوں سے اسکی تائید ہوئی تھی۔ اور یہ ایسے انسانوں کی رائے کا محتاج نہ ہو جو آسمان سے الہام نہیں پاتے لیکن کیا عیسائی مذہب آج ایسے نشانات کے دکھلانے کا دعوے کر سکتا ہو کیا عیسائیت کے حلقہ میں ایک آدمی بھی ایسا ہو جو یہ کہہ سکتا ہو کہ روح القدس سے مدد پا کر میں اسی طرح آسمانی نشان دکھا سکتا ہوں جس طرح مسیح اور اسکے شاگردوں نے دکھائے اگر ایسا کوئی انسان عیسائی مذہب میں پایا جاتا تو اسکا خدا کیطرف سے ہونے کا دعوے قابل

شنوائی ہوتا مگر نہیں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسے یہ پاک امتیاز حاصل ہے اور جسمیں وہ سچا معیار پایا جاتا ہے جو سچے اور جھوٹے کے درمیان امتیاز کر سکتا ہے +

عیسائیت کی افسوسناک حالت اور ہمارے اس حملہ کی سچائی اور طاقت کو جو کیمبرج کرانیکل کی اس اپیل کا محرک ہوا ہے (دیکھو ریویو آف ریلیجنز مئی ۱۹۰۳ء بعنوان اعلے طبقہ کے عیسائی محققین اور پادری) پادری ہیوٹ صاحب پرنسپل سی ایم ایس ہائی سکول کرشنا گڑھ ندیا بنگال نے بہت صفائی کے ساتھ تسلیم کیا ہے اور اس مضمون کی چٹھی ولایت کے اخبار ریکارڈ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۰۳ء میں چھپوائی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں "پادریوں کی متفقہ کانفرنس نے جسکا اجلاس ماہوار کلکتہ میں ہوتا ہے تھوڑا عرصہ ہوا اعلیٰ تنقید کے مضمون پر بحث کی تھی۔ کارروائی اجلاس کی روئداد ایک دانا مسلمان مباحث یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بڑے غور سے پڑھی ہے میں ایک آرٹیکل اس مضمون کے ساتھ چھاپنے کے لئے بھیجتا ہوں جو مرزا صاحب کے میگزین ریویو آف ریلیجنز کی گذشتہ اشاعت میں شایع ہوا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کس قدر غور کے ساتھ یہ اور اسی قسم کے دوسرے مضامین اسوقت ہندوستان میں غیر عیسائیوں کی توجہ کھینچ رہے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو دنیا میں مسیح کی سلطنت کے پھیلانے میں مشغول ہیں اور اسمیں دلچسپی رکھتے ہیں اسمیں ایک سبق ہے۔ مرزا صاحب سب سے نئی اور اعلے درجہ کی تنقید بائبل کو لے کر یہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ وہی تعلیم دیتا ہے جو قرآن شریف ہمیشہ سے دیتا چلا آیا ہے اور وہ پادریوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ ایک ایسی بائبل سے تعلیم دینا چھوڑ دیں جو جھوٹی ثابت ہو چکی ہے اور اس امر کو مان لیں کہ مسیح کی فرضی الوہیت اس سے زیادہ نہیں جیسی دوسرے انسانوں میں پائی جاتی ہے نئے محققین کی یہ عجیب حالت ہے جو انہوں نے اختیار کی ہے۔ ایک مسلمان مصلح جو عیسائیت کی تردید میں مصروف ہے اور اسکا دشمن ہے ان محققین کے خیالات کو اپنی تائید میں لیتا ہے میں تعجب کرتا ہوں کہ ہمارے گرجا کے پادریوں نے جو اس اعلے تنقید کے معاملہ میں کسی بڑے نام کی سند پر اعتبار کر لیتے ہیں اس تعلیم کے لازمی نتیجہ کو ابتک محسوس کیا ہے یا نہیں اس کا ضروری نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کے درمیان عیسائی مذہب کے پھیلانے میں نئی اور سخت مشکلات درپیش آئینگی۔ دلائل کے رو سے مرزا صاحب بالکل حق پر ہیں اور ہمارا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ یہ تعلیم ابھی تک محض ایک خیالی مسئلہ ہے لیکن دراصل ایسا جواب دینا صرف یہ کہنا ہے کہ مرزا صاحب انتظار کریں جب تک کہ عیسائی آپس میں لڑ جھگڑ

کر بائبل کی صداقت کا فیصلہ کریں یقیناً ایسی حالت تک پہنچ جانا ایک قابل افسوس حالت ہے ہمارے محققین دیکھیں اس کا کیا جواب دیتے ہیں"۔

پادری ہیوٹ صاحب کی اس چھٹی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعلےٰ تنقید کے اصولوں کو گرجا کے پادریوں اور مشنریوں نے بھی مان لیا ہے۔ ہارویسٹ فیلڈ جو ایک مشنری میگزین ہے اس امر پر بہت زور دیتا ہے وہ کہتا ہے "ہم یقین رکھتے ہیں کہ سچائی کی خاطر اور ہندوستان میں کلیسیا کی بہبودی کیلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ بائبل کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق جس طرح کا اعتقاد کلیسیا کے عالم فاضل اور اسکے پیشوا رکھتے ہیں اس پر زیادہ توجہ کیجاوے"۔ اس طرح پر اخبار مذکور اپنی رائے کا صاف اظہار کرتا ہے کہ مسئلہ مذکور یعنی بائبل کی صداقت کا مسئلہ جس طرح اب پیش کیا جاتا ہے یا جس طرح اب آیندہ عیسائیوں کو تسلیم کرنا چاہیئے وہ اس سے مختلف ہے جسطرح وہ پہلے مانا جاتا رہا ہے اور اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ آگے چلکر اخبار انڈین وٹنس کے دانشمندانہ الفاظ" نقل کرتا ہوا میگزین مذکور یوں کہتا ہے "کلیسیا کے ہندوستانی عہدہ داروں کا بڑا حصہ بائبل کے متعلق ان نئے اعتقادات سے بالکل بے خبر ہے جو یورپ اور امریکہ کے پادریوں کے بہت بڑے حصہ نے مانے ہوئے ہیں صداقت کے برخلاف یہ ایک بڑی بغاوت ہے کہ بائبل کو غلطیوں سے پاک اور اسکے الفاظ کو خدا کا کلام کہا جائے"۔ کیا اخبار کیمبرج کرانیکل سچائی کو عمداً چھپانے کا ملزم نہیں جب وہ یہ کہتا ہے کہ اعلےٰ تنقید کے اصولوں کی تردید ہو چکی ہے حالانکہ کلیسیا کے بڑے بڑے عہدہ دار اور پادری صاحبان کھلے طور پر ان کو قبول کر رہے ہیں تھوڑا ہی عرصہ گذرتا ہے کہ بمبئی کے بشپ نے پر زور الفاظ میں یہ لکچر دیا تھا کہ بائبل کو ہرگز غلطیوں سے پاک نہیں کہا جا سکتا۔ خود ایسے گرجے موجود ہیں جہاں ان کو آزاد گرجے کہو مگر پھر بھی وہ عیسائی گرجے ہی ہیں جو کھلے طور پر یہ تعلیم دیتے ہیں کہ "بائبل خدا کا کلام نہیں بلکہ واقعات۔ توہمات اور جھوٹے قصہ کہانیوں سے ایک ملی جلی چیز ہے یعنی سچائیوں غلطیوں اور بیہودگیوں کا ایک مرکب ہے"۔ اور اس سے ہمیں معقول باتیں پسند کر کے باقی کو ردی میں ڈالنا چاہیئے بلکہ اس سے بھی بڑھکر خود متعصب عیسائی ممبروں سے اب یہ وعظ کیا جاتا ہے کہ بائبل خدا کا کلام نہیں ہے سچ تو یہ ہے کہ وہ انقلاب عظیم جو مغرب میں بائبل کے عقیدہ کے متعلق واقع ہوا ہے کلیسیا یا مشنری ہرگز اسکو برا نہیں مناتے۔ برعکس اس کے یہ بائبل کے لفظ بلفظ الہامی کلام ہونے اور غلطیوں سے پاک ہونیکا عقیدہ ہے جسکو ہر ایک سمجھ دار آدمی اب رد کر رہا ہے اور چاہیئے بھی ایسا ہی تھا مسٹر ہیوٹ کے یہ الفاظ کہ نیا عقیدہ ابھی تک ایک

ذہنی مسئلہ ہے صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ سارے محققین اور کلیسیا کے بہت سے بڑے بڑے عہدہ دار اور مشنری اب اس عقیدے پر اتفاق رکھتے ہیں کہ بائبل غلطیوں سے پاک نہیں ہے۔ جاہل عوام ابتک پرانے عقیدے پر جمے ہوئے ہونگے لیکن انکی رائے کو ایسے معاملہ میں بمقابلہ تمام فاضلان اور دانشمندان اور عہدہ داران کے کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی ✦

یہاں ہم ناظرین کو ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ بفرض محال اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دونوں فریق یعنی بائبل کی صحت کے مؤید اور اسکی غلطیوں کے قائل ابھی تک جھگڑ رہے ہیں کہ ان میں سے حق پر کون ہے اور ہم کو اسوقت تک انتظار کرنا چاہیئے جب تک کہ ان فریقوں کا باہمی تصفیہ ہو جاوے یا اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ کیمبرج کرانیکل کے ہاتھ میں واقعی اعلٰے تنقید کی "علمی تردید" آگئی ہے تو کیا پھر ہر ایک غور کرنے والی طبیعت پر یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ کیوں بائبل خود اس امر پر خاموش ہے مختلف نسخوں اور ترجموں کے سوال کو بالفعل نظرانداز کر کے جو بائبل کے کلام الہی ہونے کے دعوے کو صاف جواب دے رہے ہیں یہ خیال کیسا لغو ہے کہ کسی کتاب کے خدا کی طرف سے ہونے کے دعوے کا فیصلہ کثرت رائے سے کیا جاوے۔ کیا ایسی کتاب خدا کی طرف سے ہو سکتی ہے جسکی صداقت کا فیصلہ چند آدمیوں کی رائے پر ہوتا ہے ایسی کتاب کس طرح کسی ادب کے قابل ہو سکتی ہے جسکے پیرو اسکی سچائی پر جھگڑ رہے ہوں اور کثرت رائے سے سوال کے فیصلہ کے لئے تیار ہوں۔ اگر بیسویں صدی کے مہذب عیسائیوں کا یہ حال ہے کہ اپنے مذہب کی مقدس کتاب کی اصلیت کا فیصلہ کثرت رائے سے کرنا چاہتے ہیں تو پھر ان آئس لینڈ والوں پر کیوں ہنسا جاتا ہے جنہوں نے عیسائی مذہب کے اختیار کرنے یا اسکو رد کرنے کا سوال قومی پارلیمنٹ میں پیش کر کے آخر کثرت رائے سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ سب لوگ عیسائی مذہب کو اختیار کر لیں ہمیں اسقدر رائے دینے کی اجازت ملنی چاہیئے کہ اس سوال کے جلدی فیصلہ کرنے کیلئے اور پبلک کو بہت مدت تک انتظار میں نہ رکھنے کیلئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کے کلام الہی اور غلطیوں سے پاک ہونے کے سوال کو بجائے اس طرح پر مباحثہ کرنے کے پارلیمنٹ میں پیش کر دینا چاہیئے تاکہ جلدی بحث ہو کر اسکا فیصلہ ہو جائے اور عیسائیت کے دشمنوں اور دوستوں کو پتہ لگ جائے کہ اصل عقیدہ عیسائی مذہب کا انگریزی کلیسیا میں کیا ہے یہ ہے قسمت اس کتاب کی جسکو دو ہزار سال تک بے سوچے سمجھے کلام الہی اور غلطیوں سے پاک مانا

گیا ہے اس کے پیروؤں کو یہ کبھی نہیں سوجھا کہ ایک ایسی کتاب کو کلام الٰہی اور غلطیوں سے پاک ماننا جو خود بالکل خاموش ہو ایسا دعوے اسکے لئے کرنا ہے جسکی وہ مستحق نہیں اور جسکی غلطی کا افشا دیر و زود ضرور ہو جائیگا۔ یہ محض حماقت ہے کہ ایک ایسی کتاب کو کلام الٰہی سمجھ لیا جاوے جو نہ دعوے کرتی ہے اور نہ ہی دلیل دیتی ہے۔ دنیا میں صرف ایک ہی ایسی کتاب ہے یعنی قرآن شریف جس نے نہ صرف خدا کی طرف سے ہونے اور غلطیوں سے پاک ہونے کا دعوے کیا ہے بلکہ یقینی اور قطعی دلائل بھی ساتھ ہی اسکے ثبوت میں پیش کئے ہیں۔ بار بار اس نے یہ دعوے کیا ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے جو خدا نے نازل کیا ہے اور یہ کہ وہ خالص حق اور حکمت ہے اور باطل اسکے پاس نہیں آسکتا اور یہ کہ اسکا ہر ایک لفظ غلطی سے پاک ہے۔ اس دعوے پر اس نے کثرت سے دلائل بھی دئے ہیں جنمیں سے اختصار کی خاطر ہم صرف ایک دلیل کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ قرآن شریف کی پہلی ہی سورت میں اللہ تعالے فرماتا ہے **وان کنتم فی ریب مما نزلنا علے عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین** اور اگر تم کو شک ہے اس چیز میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے تو ایک سورت اس جیسی بنالاؤ اور اللہ تعالے کے سوائے اپنے مددگاروں کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو پھر اسکے بعد فرماتا ہے **فان لم تفعلوا ولن تفعلوا** اور اگر تم اسکی مثل نہ بنا سکو اور ہرگز نہ بنا سکو گے۔ یہاں اس کتاب مقدس کے خدا کی طرف سے ہونے کا صاف دعوے اور دلیل موجود ہے اور تیرہ سو سال سے اس دلیل کا کسی نے جواب نہیں دیا عیسائی یا کوئی اور قرآن شریف کو قبول نہ کریں لیکن کوئی سمجھدار آدمی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ جب تک وہ قرآن کریم کی مثل بنا کر پیش نہ کریں ان کا عدم قبول ایک مردود شے ہے۔ تمام دنیا بھی اکٹھی ہو کر قرآن شریف کا مثل نہیں بنا سکتی۔ نہ صرف عربوں نے ہی مثل بنانے سے عاجزی کا اظہار کر کے قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت قطعی دیدیا ہے بلکہ کروڑ ہا انسان جنکے سامنے قرآن شریف پیش کیا گیا ہے ان سب نے اپنی خاموشی سے اسکی سچائی پر مہر لگادی ہے اور اسکو انسانی طاقت سے بالاتر ثابت کر دیا ہے کیا بائیبل بھی کوئی ایسا دعوے کرتی ہے یا ایسا ثبوت پیش کرتی ہے اگر یہ اپنے اندر کوئی ایسا ثبوت رکھتی تو کیوں اسکے پیرو اسکی سچائی پر جھگڑتے اور لڑتے۔ یہاں ہم نے صرف ایک دلیل قرآن کریم کی صداقت کی پیش کی ہے تا یہ معلوم ہو کہ بالفرض اگر کثرت رائے سے بائیبل کے حق میں بھی فیصلہ ہو تو بھی کوئی سمجھدار آدمی نجات کے لئے ایک ایسی کتاب پر بھروسہ نہیں کرسکتا جو چند آدمیوں کے وہم پر قبول کی جاسکتی ہے یا رد کی جاسکتی ہے +

کیمبرج کرانیکل کی تحریر کے متعلق صرف ایک اور بات کہنی ضروری ہے اسلام کے متعلق اس نے یہ سخت غلط بیانی کی ہے کہ دانا مسلمان اب بائیبل کو اس حیثیت میں پیش کرتے ہیں کہ وہ قرآن شریف سے بڑھ کر کچھ نہیں سکھاتی مسلمان ہمیشہ سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بائیبل کی تعلیم قرآن شریف کی تعلیم سے نہایت کمتر درجہ پر ہے ہاں عیسائیوں کو اس بات کا اب یقین آنے لگا ہے جو مسلمان ہمیشہ سے مانتے رہے ہیں کہ بائیبل غلطیوں سے خالی نہیں ہے عیسائیوں نے بڑی ہٹ کے ساتھ اس تعلیم کا مقابلہ کیا یہانتک کہ اب خود زمانے نے انکو اپنی غلطی پر مطلع کر دیا۔ ہاں کچھ عرصہ تک اور وہ ایک جھوٹی تسلی اپنے آپ کو دے سکتے ہیں کہ یہ تعلیم ابھی تک محض ایک ذہنی مسئلہ ہے یا انکے ہاتھ کوئی فرضی علمی تردید آگئی ہے لیکن اسکی غلطی بھی انہیں جلدی معلوم ہو جائیگی تب انکو پتہ لگیگا کہ بائیبل اس طرح پر گری ہے کہ اسکا پھر اٹھنا ناممکن ہے جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی بھی کی تھی مسیح موعود آگیا ہے اور اسکے آنے کے ساتھ ہر ایک جھوٹ دور ہو جائیگا اور حق غالب آئیگا یہی پہلے سے بتایا گیا تھا اور اسیطرح ہو کر رہیگا

عیسائی مذہب کا زوال

باوجود پادریوں کی شبانہ روز کوشش کے کہ تمام دنیا مسیح کی الوہیت کو مان لے اس مذہب کا جو مسیح کے نام پر چل رہا ہے افسوسناک خاتمہ قریب نظر آتا ہے کیونکہ وہ بنیاد جس پر یہ قائم تھا گر رہی ہے اس نئی تحقیقات کو جسکے رو سے یسوع مسیح کی قبر بمقام سری نگر کشمیر دریافت ہوئی ہے اور جس نے عیسائی مذہب کے تمام خاص دعووں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ الگ چھوڑ کر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسیح کا جی اٹھنا جو عیسائی مذہب کی عمارت کا سب سے بڑا شہتیر ہے بڑے بڑے دانشمند اور بائیبل کے فاضل ماہر قبول نہیں کرتے بلکہ کھلے لفظوں میں اس سے انکار کر رہے ہیں۔ اسکے ثبوت میں ہم چند اقوال انسکلوپیڈیا ببلیکا کے جو مسلم ماہران بائیبل کی سب سے آخری تحقیقات ہیں نقل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اس عقیدہ کی اہمیت اس کتاب کی بنا پر ہم دیکھیں گے چنانچہ مسیح کے جی اٹھنے اور آسمان پر چڑھنے کے متعلق جو اسمیں آرٹیکل لکھا ہے اسمیں تمہیدی عبارت یہ ہے

”مسیح کا جی اٹھنا تمام امور سے اہم امر ہے جس پر عیسائی کلیسیا کی بنیاد ہے۔ ایسے ابتدائی زمانہ میں بھی جب کہ پولوس نے پہلا خط قرنطیوں کو لکھا تو ایک دقیق بحث میں اس مسئلہ کی اس اہمیت کو جتلایا ... اسلئے بروئے دلائل یہ یقینی امر ہے کہ اگر کسی وقت یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ مسیح کا جی اٹھنا کبھی نہیں ہوا تو عیسائی مذہب

تمام امور متذکرہ بالا کے لحاظ سے لازمی طور پر دنیا سے اٹھ جائیگا۔ ان تمام خطرات سے اندیشہ کرنے کی وجہ ہے کہ یسوع کے جی اٹھنے کی مفروضیت پر ان مسئلوں کی بنیاد رکھی گئی ہے جو عیسائی مذہب کے بنیادی مسئلے ہیں مثلاً خدا تعالیٰ اور اسکے انسانوں کے ساتھ تعلق کے متعلق جسپر انسانوں کی نجات جیسا اہم مسئلہ موقوف ہے" اس عظیم الشان عمارت کو دیکھو اور پھر اس کھوکھلی بنیاد کی طرف ایک نظر ڈالو جسپر یہ عمارت کھڑی کی گئی ہے" چنانچہ انسکلوپیڈیا کہتا ہے "لیکن یہ بنیاد کیا چیز ہے۔ یہ تاریخ کے ایک واقعہ کو مان لینے پر موقوف ہے اور اسکا علم ہم تک صرف بذریعہ روایات پہنچتا ہے اور اسلئے تاریخی تنقید کے یہ اسی طرح نیچے آتا ہے جیسے دوسرے تاریخی واقعات اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسیح کا جی اٹھنا جیسا کہ اسکے خارق عادت ہونیکی حیثیت کے لحاظ سے کچھ عجیب بات نہیں ہے ملک کے بہت سارے حصوں میں اور پڑھتے ہوئے امتیاز کے ساتھ جھوٹا قصہ سمجھا جاتا ہے اور یہ نہ صرف اسوقت جبکہ اسکو یسوع کے مردہ جسم کا جی اٹھنا بیان کیا جاوے بلکہ اسوقت بھی جبکہ کوئی روحانی پہلو اسکے بچاؤ کا اختیار کیا جاوے" اس کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ ایسے واقعہ کو کس طرح اور کسقدر شہادت کیساتھ لینا چاہیئے "اسلئے تاریخدان کا معمولی طریق گذشتہ زمانہ کے واقعات پر بحث کرتے وقت سب سے پہلے یہ ہوگا کہ آیا اسکی کوئی سیدھی سادی تشریح ہو سکتی ہے جسمیں معجزہ کے وجود کو نہ ماننا پڑے اور اسکے علاوہ کسی اور نتیجہ پر پہنچنے کے لئے خصوصیت کیساتھ اعلیٰ درجہ کی مضبوط شہادت درکار ہوگی"

اس امر کے متعلق شہادت کے ذرائع میں سے سب سے پہلے مروجہ اناجیل پر غور کیا گیا ہے "لیکن ان میں نہایت ہی کھلے کھلے متضاد بیانات پائے جاتے ہیں ریمارس نے دس متضاد بیانات گنے ہیں۔ لیکن درحقیقت انکی تعداد اس سے بہت ہی بڑھکر ہے" غیر مروج ذرائع میں سے "بعض کو بلحاظ تقدم اناجیل مروجہ سے بہت بڑھکر سمجھا گیا ہے جیسے مثلاً عبرانیوں کی انجیل" لیکن اسمیں بھی "مروجہ اناجیل کے ساتھ بڑے بڑے اختلاف پائے جاتے ہیں"۔ "پطرس کی انجیل کے ٹکڑے میں جو ۱۸۹۲ء میں ملا ہے بہت سارے فاضلوں نے اور خصوصاً ہارنک نے سب سے بڑھکر پرانے زمانے کے واقعات سمجھے ہیں اور اسکو اول درجہ کا ذریعہ خیال کیا ہے" لیکن اس میں بھی بہت ساری باتیں ناقابل اعتبار ہیں اور جو حصہ "خصوصاً پرانا سمجھا جانے کے قابل ہے وہ یہ بیان ہے کہ یسوع پہلے جلیل میں پطرس کو ملا۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی اسکی اصلی معلوم ہوتی ہے کہ یسوع کی سب سے پہلے ملاقات حواریوں کے ساتھ اسکی موت کے آٹھ دن بعد ہوئی" ایک "قبطی کتاب جس کا میلان عیسائیوں کے فرقہ ناستک کے خلاف ہے اور جو اخمیم میں ملی ہے وہ اس گفتگو

کو نقل کرتی ہے جو یسوع اور اسکے حواریوں میں اسکے جی اُٹھنے کے بعد ہوئی" اس میں بہت ساری باتیں نئی ہیں لیکن ایسی بات کوئی نہیں جسکو مروجہ اناجیل کے بیانات سے بڑھ کر وقعت دیجا سکے" اس کے علاوہ اور بھی الگ الگ ٹکڑے ہیں ان میں سے ایک کے مطابق "یسوع نے مچھلی اور شہد کے چھتے میں سے کچھ کھا کر باقی حواریوں کو دیدیا" ایک اور غیر مروج تصنیف میں جسکا جارجی زبان میں ایک ترجمہ ملا ہے کہ یسوع سب سے پہلے یوسف ارمتیا کو ملا +

یسوع اعمال کے بیان کے بموجب چالیس دن تک جی اُٹھنے کے بعد زمین پر رہا لیکن ولنٹنی انس اور افائٹیس (دو فرقے) کا یہ اعتقاد ہے کہ یسوع جی اُٹھنے کے بعد اٹھارہ مہینے تک زمین پر رہا۔ ایسا ہی اتھیوپک زبان کی ایک کتاب میں پسٹس سوفیاء اسکے مطابق وہ گیارہ سال رہا"۔ یسوع حواریوں کو پہلے پہل گلیل میں ملا کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ یروشلم اور گلیل دونوں کے قصے ٹھیک مان لئے جاویں اس لئے دونوں قسم کی روائتیں ایک جیسی نہیں ہوسکتیں۔ بہت سارے دلائل اسبات کے دئے گئے ہیں کہ گلیل کی بجائے یروشلم بدل سکتا تھا لیکن یروشلم کو گلیل بنانا مشکل تھا۔ اگر متی اور مرقس اپنی انگلوں سے ہی کام لیتے تو وہ یروشلم کے سوا ملاقات کا مقام اور کہیں نہ لکھہ سکتے تھے کیونکہ قبر اور عورتیں اور حواری سب وہاں ہی موجود تھے۔ اسلئے وہ روایت جسکے مطابق انہوں نے ملاقات کا مقام گلیل کو مقرر کیا بہت ہی مضبوط روائت ہونی چاہئے +

اسکے بعد چند واقعات کا ذکر کرکے جن پر جی اُٹھنے کی بنا ہے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سب جھوٹے ہیں۔ پھر یہ بحث کی گئی ہے کہ یسوع کا جسم جی اُٹھنے کے بعد کس قسم کا جسم تھا۔ اور جسقدر خارق عادت تشریحین جی اٹھنے کے متعلق ہیں انکی تردید کی گئی ہے۔ دو تشریحین ایسی بیان کی گئی ہے جن میں کوئی معجزہ ماننا نہیں پڑتا۔ اور آرٹیکل کا لکھنے والا خود محض اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ یسوع کا دیکھا جانا محض ایک کشفی نظارہ تھا۔ پہلے اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ "اگرچہ یسوع شفایاب ہوکر دوبارہ زندہ نہیں ہوا۔ مگر حواریوں نے ایسی افواہ کہ وہ زندہ ہی مشہور کر دیا اور آہستہ آہستہ اسپر لوگوں کو یقین آگیا" پھر دو وجوہات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ خیال کیوں غلط ہے۔ اب ہم دوسری تشریح کو لیتے ہیں "یہ رائے کہ یسوع بظاہر مردہ کی طرح ہوگیا تھا مگر دراصل مرا نہیں معقولیت کے زمانہ میں بہت لوگ اسکے موید تھے۔ اور اسکی تائید ایک موجودہ زمانہ کے مورخ ہیس نے بھی کی ہے"۔ لیکن پروفیسر شمیڈل اس رائے کو تسلیم نہیں کرتا

اس کا یہ خیال ہے کہ یسوع کا دیکھا جانا محض ایک کشفی نظارہ تھا +

اب مرہم عیسے اور حضرت مسیح کی قبر کی شہادت کو بالفعل الگ چھوڑ کر انجیل کے بیان کردہ واقعات سے اسی بیان کی تائید ہوتی ہے کہ یسوع دراصل مرا نہیں تھا۔ اگر اس طور پر ہم انجیل کے بیان کردہ واقعات کی تشریح نہ کریں تو انجیل کے بیان کو جھوٹا ماننا پڑتا ہے۔ یہ امر کہ یسوع گلیل میں اپنے حواریوں کو ملا اور یروشلم میں نہیں ملا جیسا کہ پروفیسر شمیڈل نے ثابت کیا ہے اسی نتیجہ کا مویّد ہے کیونکہ کوئی وجہ نہیں کہ کشفی نظارہ یروشلم میں نہ ہو بلکہ گلیل میں پہنچکر ہی ہو۔ ہاں اگر اسکی موت کو نہ مانا جائے تو بہت مضبوط وجوہات ہمیں ملتے ہیں کہ کیوں ضروری تھا کہ یسوع یروشلم میں حواریوں کو نہ ملتا بلکہ گلیل میں پہنچکر ہی اپنے آپ کو ظاہر کرتا۔ یروشلم میں یہودی اسکے خلاف سخت جوش میں تھے حالانکہ گلیل مقابلتہً ایک بڑے امن کی جگہ تھی۔ جہاں یسوع کو یہ خطرہ نہ تھا کہ اُس کا پتہ اُنکو ملجائیگا۔ یہ بھی امر یقینی ہے کہ تین گھنٹے کے اندر صلیب پر اُسکی موت واقعہ نہ ہو سکتی تھی۔ پھر یسوع کھاتا رہا پیتا رہا چلتا پھرتا رہا سویا اور بھوک اور پیاس کو محسوس کیا اور تھکان کو بھی محسوس کیا لیکن کشفی نظارہ کے ساتھ ان واقعات کی تطبیق کیونکر ہو سکتی ہے۔ ایسے ہی دوسرے واقعات جو اناجیل میں مذکور ہیں۔ مثلاً یہ کہ یسوع نے باغبان کا بھیس بدل لیا تھا اور اپنے شاگردوں کو منع کیا تھا کہ کسی کو اسکی خبر نہ کریں اور اسکے زخم اسکے جسم پر نمایاں تھے یہ سب اسی رائے کے مؤید ہیں کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا۔ پیلاطوس اور یہودی بھی اس کی موت کی نسبت شک میں رہے اور کافی دلائل اس یقین کے لئے موجود ہیں کہ مسیح کا فرضی جی اُٹھنا دراصل ایک بیہوشی کی حالت سے ہوش میں آنا تھا۔ اور جن معنوں میں آجتک اُنیس سو سال سے کلیسیا اسکے جی اُٹھنے کو سمجھتی رہی ہے وہ معنے آج عیسائی فاضلوں نے غلط تسلیم کئے ہیں دو ہزار سال سے کلیسیا ایک ایسی سخت غلطی میں مبتلا رہا اور اب وہ غلطی ظاہر ہو گئی +

حضرت مسیح کا دس گم شدہ اسرائیلی قوموں کی طرف جانا۔ ۵

طبی شہادت

اس عنوان کے نیچے ہم ایک ایسی قطعی شہادت پیش کرتے ہیں کہ بجز ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا وہ

ایک نسخہ ہے جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے جو طب کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں سے بعض ایسی ہیں جو عیسائیوں کی تالیف ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن کے مولف مجوسی یا یہودی ہیں اور بعض کے بنانے والے مسلمان ہیں۔ اور اکثر انمیں قدیم زمانہ کی ہیں تحقیق سے ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول زبانی طور پر اس نسخہ کا لاکھوں انسانوں میں شہرہ ہو گیا اور پھر لوگوں نے اس نسخہ کو قلمبند کر لیا۔ پہلے رومی زبان میں حضرت مسیح کے زمانہ میں ہی کچھ تھوڑا عرصہ واقعہ صلیب کے بعد ایک قرابادین تالیف ہوئی جسمیں یہ نسخہ تھا اور جسمیں یہ بیان کیا گیا تھا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی چوٹوں کیلئے یہ نسخہ بنایا گیا تھا پھر وہ قرابادین کئی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوئی یہاں تک کہ ماموں رشید کے زمانہ میں عربی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا اور یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ ہر ایک مذہب کے فاضل طبیب نے کیا عیسائی اور کیا یہودی اور کیا مجوسی اور کیا مسلمان سب نے اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیلئے انکے حواریوں نے تیار کیا تھا اور جن کتابوں میں ادویہ مفردہ کے خواص لکھے ہیں انکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان چوٹوں کے لئے نہایت مفید ہے جو کسی ضربہ یا سقطہ سے لگ جاتی ہیں اور چوٹوں سے جو خون رواں ہوتا ہے وہ فی الفور اس سے خشک ہو جاتا ہے اور چونکہ اس میں مُر بھی داخل ہے اس لئے زخم کیڑا پڑنے سے بھی محفوظ رہتا ہے اور یہ دوا طاعون کے لئے بھی مفید ہے اور ہر قسم کے پھوڑے پھنسی کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یہ معلوم نہیں کہ یہ دوا صلیب کے زخموں کے بعد خود ہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے الہام کے ذریعہ سے تجویز فرمائی تھی یا کسی طبیب کے مشورہ سے تیار کی گئی تھی اسمیں دوائیں اکسیر کی طرح ہیں خاص کر مُر جس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے۔ بہرحال اس دوا کے استعمال سے حضرت مسیح علیہ السلام کے زخم چند روز میں ہی اچھے ہو گئے اور اسقدر طاقت آگئی کہ آپ تین روز میں یروشلم سے جلیل کی طرف ستر کوس تک پیادہ پا گئے پس اس دوا کی تعریف میں اسقدر کافی ہے کہ مسیح تو اوروں کو اچھا کرتا تھا مگر اس دوا نے مسیح کو اچھا کیا۔ اور جن طب کی کتابوں میں یہ نسخہ لکھا گیا وہ ہزار کتاب سے بھی زیادہ ہیں جن کی فہرست لکھنے سے بہت طول ہوگا اور چونکہ یہ نسخہ یونانی طبیبوں میں بہت مشہور ہے اس لئے میں کچھ ضرورت نہیں دیکھتا کہ تمام کتابوں کے نام اس جگہ لکھوں محض چند کتابیں جو اس جگہ موجود ہیں ذیل میں لکھ دیتا ہوں ✣

فہرست ان طبی کتابوں کی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ وہ مرہم حضرت عیسیٰ کیلئے یعنی ان کے بدن کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی

کامل الصناعة تصنیف علی ابن العباس المجوسی جلد دوم صفحہ ۶۰۲ کتاب مجموعہ بقائی مصنفہ محمود محمد اسمٰعیل مخاطب از خاقان بخطاب پدر محمد بقاخان جلد ۲ صفحہ ۴۹۷۔ کتاب تذکرہ اولی الالباب مصنفہ شیخ داؤد الضریر الانطاکی صفحہ ۳۰۲۔ قرابادین رومی مصنفہ قریب زمانہ حضرت مسیح جس کا ترجمہ مامون رشید کے وقت میں عربی میں ہوا امراض جلد۔ کتاب عمدة المحتاج مصنفہ احمد بن حسن الرشیدی الحکیم اس کتاب میں مرہم عیسیٰ وغیرہ ادویہ سو کتاب میں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کتابوں میں سے لکھی گئی ہیں اور وہ تمام کتابیں فرنچ زبان میں تھیں۔ کتاب قرابادین فارسی مصنفہ حکیم محمد اکبر ارزانی امراض جلد کتاب شفاء الاسقام جلد دوم صفحہ ۲۳۰۔ کتاب مرآة الشفا مصنفہ حکیم نتھو شاہ نسخہ قلمی امراض جلد۔ ذخیرہ خوارزم شاہی امراض جلد۔ شرح قانون گیلانی جلد ثالث شرح قانون قرشی جلد ثالث۔ قرابادین علوی خان امراض جلد۔ کتاب علاج الامراض مصنفہ حکیم محمد شریف خانصاحب صفحہ ۸۹۳۔ قرابادین یونانی امراض جلد تحفة المؤمنین برحاشیہ مخزن الادویہ صفحہ ۷۱۳۔ کتاب محیط فی الطب صفحہ ۳۶۷۔ کتاب اکسیر اعظم جلد رابع مصنفہ حکیم محمد اعظم خانصاحب المخاطب بناظم جہان صفحہ ۳۳۱۔ کتاب قرابادین معصومی لمعصوم بن کریم الدین الشوشتری شیرازی کتاب عجالہ نافعہ محمد شریف دہلوی صفحہ ۱۰۴۔ کتاب طب شبری مسمّی بلوامع شبریہ تالیف سید حسین شبر کاظمی صفحہ ۴۷۱۔ کتاب مخزن سلیمانی ترجمہ اکسیر عربی صفحہ ۵۹۹ مترجم محمد شمس الدین صاحب بہاولپوری۔ شفاء الامراض مترجم مولانا الحکیم محمد نور کریم صفحہ ۲۸۲ کتاب الطب دارا شکوہی مؤلفہ نور الدین محمد عبد الحکیم عین الملک الشیرازی ورق ۳۶۰۔ کتاب منہاج الدکان بدستور الاعیان فی اعمال و ترکیب النافعہ للابدان تالیف افلاطون زمانہ و رئیس اوانہ ابوالمنا ابن ابی نصر العطار الاسرائیلی الہارونی یعنی یہودی صفحہ ۸۶۔ کتاب زبدة الطب لسید الامام ابو ابراہیم اسمٰعیل بن حسن الحسینی الجرجانی ورق ۱۸۲ طب اکبر مصنفہ محمد اکبر ارزانی صفحہ ۲۴۲۔ کتاب میزان الطب مصنفہ محمد اکبر ارزانی صفحہ ۱۵۲۔ سدیدی مصنفہ رئیس المتکلمین امام المحققین السدید الکازرونی صفحہ ۲۸۳ جلد ۲۔ کتاب حاوی کبیر ابن زکریا۔ امراض جلد۔ قرابادین ابن تلمیذ

امراض جلد ۔ قرابا دین ابن ابی صادق امراض جلد +

یہ وہ کتابیں ہیں جنکو ہم نے بطور نمونہ اس جگہ لکھا ہے اور یہ بات اہل علم اور خاصکر طبیبوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اکثر ان میں ایسی کتابیں ہیں جو پہلے زمانہ میں اسلام کے بڑے بڑے مدرسوں میں پڑہائی جاتی تھیں اور یورپ کے طالب العلم بھی ان کو پڑھتے تھے اور یہ کہنا بالکل سچ ہے اور مبالغہ کی ایک ذرہ آمیزش سے بھی پاک ہے کہ ہر ایک صدی میں قریباً کروڑہا انسان ان کتابوں کے نام سے واقف ہوتے چلے آئے ہیں اور لاکھوں انسانوں نے انکو اول سے آخر تک پڑھا ہے اور ہم بڑے زور سے کہہ سکتے ہیں کہ یورپ اور ایشیا کے عالم لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ ان میں سے بعض عظیم الشان کتابوں کے نام سے ناواقف ہو جو اس فہرست میں درج ہیں جس زمانہ میں ہسپانیہ اور کیسمنو اور سسلی مرکز دار العلم تھے اس زمانہ میں ابو علی سینا کی کتاب قانون جو طب کی ایک بڑی کتاب ہے جس میں مرہم عیسیٰ کا نسخہ ہے اور دوسری کتابیں شفا اور اشارات اور بشارات جو طبعی اور ہیئت اور فلسفہ وغیرہ میں ہیں بڑے شوق سے اہل یورپ سیکھتے تھے اور ایسا ہی ابو نصر فارابی اور ابو ریحان اور اسرائیل اور ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق اور اسحاق وغیرہ فاضلوں کی کتابیں اور انکی یونانی سے ترجمہ شدہ کتابیں پڑہائی جاتی تھیں یقیناً ان کتابوں کے ترجمے یورپ کے کسی حصہ میں ابتک موجود ہونگے اور چونکہ اسلام کے بادشاہ علم طب وغیرہ کو ترقی دینا بدل چاہتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے یونان کی عمدہ عمدہ کتابوں کا ترجمہ کرایا اور عرصہ دراز تک ایسے بادشاہوں میں خلافت رہی کہ وہ ملک کی توسیع کی نسبت علم کی توسیع زیادہ چاہتے تھے انہی وجوہ اور اسباب سے انہوں نے نہ صرف یونانی کتابوں کے ترجمے عربی میں کرائے بلکہ ملک ہند کے فاضل پنڈتوں کو بھی بڑی بڑی تنخواہوں پر طلب کرکے طب وغیرہ علوم کے بھی ترجمے کرائے پس انکے احسانوں میں سے حق کے طالبوں پر یہ ایک بڑا احسان ہے جو انہوں نے ان رومی و یونانی وغیرہ طبی کتابوں کے ترجمے کرائے جن میں مرہم عیسیٰ موجود تھی اور جسپر کتبہ کی طرح یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے تیار کی گئی تھی فاضل حکماء عہد اسلام نے جیسا کہ ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق ہیں جنکو علاوہ علم طب و طبعی و فلسفہ وغیرہ کی یونانی زبان میں خوب مہارت تھی جب اس قرابادین کا جس میں مرہم عیسیٰ تھی ترجمہ کیا تو عقلمندی سے سلیخا کے لفظ کو جو ایک یونانی لفظ ہے جو باران کو کہتے ہیں بعینہٖ عربی میں لکھ دیا تا اس بات کا اشارہ کتابوں میں سے قائم رہے کہ یہ کتاب یونانی قرابادین سے ترجمہ کی گئی اسی وجہ سے ہر ایک کتاب میں شلیخا کا لفظ بھی لکھا ہوا پاؤ گے +

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگرچہ پورانے سکے بڑی قابل قدر چیزیں ہیں اور انکے ذریعہ سے

بڑے بڑے تاریخی اسرار کھلتے ہیں لیکن ایسی پورانی کتابیں جو مسلسل طور پر ہر صدی میں کروڑہا انسانوں میں
مشہور ہوتی چلی آئیں اور بڑے بڑے مدارس میں پڑھائی گئیں اور ابتک درسی کتابوں میں داخل ہیں انکا
مرتبہ اور عزت ان سکوں اور کتبوں سے ہزارہا درجہ بڑھکر ہے کیونکہ کتبوں اور سکوں میں جعلسازی کی بھی گنجائشیں
ہیں لیکن وہ علمی کتابیں جو اپنے ابتدائی زمانہ میں ہی کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوتی چلی آئی ہیں اور ہر ایک قوم
انکی محافظ اور پاسبان ہوتی رہی ہے اور اب بھی ہے انکی تحریریں بلاشبہ ایسی اعلیٰ درجہ کی شہادتیں ہیں جو سکّوں
اور کتبوں کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں اگر ممکن ہو تو کسی سکّہ یا کتبہ کا نام تو لو جس نے ایسی شہرت پائی ہو جیسا
کہ بوعلی سینا کے قانون نے۔ غرض مرہم عیسےٰ حق کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان شہادت ہے اگر اس شہادت
کو قبول نکیا جائے تو پھر دنیا کے تمام تاریخی ثبوت اعتبار سے گر جاوینگے کیونکہ اگرچہ ابتک ایسی کتابیں جنمیں
اس مرہم کا ذکر ہے قریباً ایک ہزار ہیں یا کچھ زیادہ لیکن کروڑہا انسانوں میں یہ کتابیں اور انکے مولف شہرت
یافتہ ہیں اب ایسا شخص علم تاریخ کا دشمن ہوگا جو اس بدیہی اور روشن اور پرزور ثبوت کو قبول نکرے اور کیا یہ
تحکم پیش جا سکتا ہے کہ اسقدر عظیم الشان ثبوت کو ہم نظرانداز کر دیں اور کیا ہم ایسے بھاری ثبوت پر بدگمانی کر سکتے
ہیں جو یورپ اور ایشیا پر دائرہ کی طرح محیط ہو گیا ہے اور جو یہودیوں اور عیسائیوں اور مجوسیوں اور مسلمانوں کے
نامی فلاسفروں کی شہادتوں سے پیدا ہوا ہے اب اے محققوں کی روحو اس اعلیٰ ثبوت کی طرف دوڑو۔
اور اے مصنف مزاجو اس معاملہ میں ذرہ غور کرو۔ کیا ایسا چمکتا ہوا ثبوت اس لایق ہے کہ اسپر توجہ نہ کیجائے؟
کیا مناسب ہے کہ ہم اس آفتاب صداقت سے روشنی حاصل نہ کریں؟ یہ وہم بالکل لغو اور بیہودہ ہے کہ ممکن ہے کہ
حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبوت کے زمانہ سے پہلے چوٹیں لگی ہوں یا نبوت کے زمانہ کی ہی چوٹیں ہوں مگر وہ صلیب
کی نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہاتھ اور پیر زخمی ہو گئے ہوں مثلاً وہ کسی کوٹھے پر سے گر گئے ہوں اور اس صدمہ
کیلئے یہ مرہم تیار کی گئی ہو کیونکہ نبوت کے زمانہ سے پہلے حواری نہ تھے اور اس مرہم میں حواریوں کا ذکر ہے شلیخا کا
لفظ جو یونانی ہے جو باران کو کہتے ہیں ان کتابوں میں ابتک موجود ہے اور نیز نبوت کے زمانہ سے پہلے حضرت مسیح
کی کوئی عظمت تسلیم نہیں کی گئی تھی تا اسکی یادگار محفوظ رکھی جاتی اور نبوت کا زمانہ صرف ساڑھے تین برس تھا
اور اس مدت میں کوئی واقعہ ضربہ یا سقطہ کا بجز واقعہ صلیب کے حضرت مسیح ع کی نسبت تاریخوں سے ثابت نہیں
اور اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ممکن ہے کہ ایسی چوٹیں کسی اور سبب سے حضرت عیسےٰ کو لگی ہوں تو یہ ثبوت اسکے ذمہ
ہے کیونکہ ہم جس واقعہ کو پیش کرتے ہیں وہ ایک ایسا ثابت شدہ اور مانا ہوا واقعہ ہے کہ نہ یہودیوں کو اس سے انکار ہے

اور نہ عیسائیوں کو بجز صلیب کا واقعہ لیکن یہ خیال کہ کسی اور سبب سے کوئی چوٹ حضرت مسیح کو لگی ہوگی کسی قوم کی تاریخ سے ثابت نہیں اسلئے ایسا خیال کرنا عمداً سچائی کی راہ کو چھوڑنا ہے یہ ثبوت ایسا نہیں ہے کہ اس قسم کے بیہودہ عذرات سے رد ہو سکے۔ اب تک بعض کتابیں بھی موجود ہیں جو مصنفوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں تو پھر یہ صریح ظلم اور سچائی کا خون کرنا ہے کہ ایسے روشن ثبوت کو یونہی پھینک دیا جائے بار بار اس بات میں غور کرو اور خوب غور کرو کہ کیونکر یہ کتابیں ابتک یہودیوں اور مجوسیوں اور عیسائیوں اور عربوں اور فارسیوں اور یونانیوں اور رومیوں اور اہل جرمن اور فرانسیسیوں اور دوسرے یورپ کے ملکوں اور ایشیا کے پرانے کتب خانوں میں موجود ہیں اور کیا یہ لایق ہے کہ ہم ایسے ثبوت سے جسکی روشنی سے انکار کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں یونہی مُنہ پھیرلیں؟ اگر یہ کتابیں صرف اہل اسلام کی تالیف اور اہل اسلام کے ہی ہاتھ میں ہوتیں تو شائد کوئی جلد باز خیال کرسکتا کہ مسلمانوں نے عیسائی عقیدہ پر حملہ کرنے کیلئے جعلی طور پر یہ باتیں اپنی کتابوں میں لکھدی ہیں مگر یہ خیال علاوہ ان وجوہ کے جو ہم بعد میں لکھتے ہیں اس وجہ سے بھی غلط تھا کہ ایسے جعل کے مسلمان کسی طور سے مرتکب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے بعد بلا توقف آسمان پر چلے گئے۔ اور مسلمان تو اس بات کے قائل بھی نہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو صلیب پر کھینچا گیا یا صلیب پر سے انکو زخم پہنچے پھر وہ عمداً ایسی جعلسازی کیونکر کر سکتے تھے جو انکے عقیدہ کے بھی مخالف تھی۔ ماسوا اس کے ابھی اسلام کا دنیا میں وجود بھی نہیں تھا جبکہ رومی و یونانی وغیرہ زبانوں میں ایسی قرابادینیں لکھی گئیں اور کروڑہا لوگوں میں مشہور کی گئیں جن میں مرہم عیسیٰ کا نسخہ موجود تھا اور ساتھ ہی یہ تشریح بھی موجود تھی کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی تھی اور یہ قومیں یعنی یہودی و عیسائی و اہل اسلام و مجوسی مذہبی طور پر ایکدوسرے کے دشمن تھے پس ان سب کا اس مرہم کو اپنی کتابوں میں درج کرنا بلکہ درج کرنیکے وقت اپنے مذہبی عقیدوں کی پروا نہ رکھنا صاف اسبات کا ثبوت ہے کہ یہ مرہم ایسا واقعہ مشہورہ تھا۔ کہ کوئی فرقہ اور کوئی قوم اس سے منکر نہ ہو سکی ہاں جب تک وہ وقت نہ آیا جو مسیح موعود کے ظہور کا وقت تھا اسوقت تک ان تمام قوموں کے ذہن کو اس طرف التفات نہیں ہوئی کہ یہ نسخہ جو صدہا کتابوں میں درج اور مختلف قوموں کے کروڑہا انسانوں میں شہرۃ یاب ہو چکا ہے اس سے کوئی تاریخی فائدہ حاصل کریں پس اس جگہ ہم بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے اسکی نسبت ابتداء سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہو کیونکہ خدا کے پاک نبی نے

یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹیگا اور نہ اسکی ترقی میں فتور آئیگا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو۔ اور وہی ہے جو کسر صلیب اسکے ہاتھ پر ہوگی اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائینگے جنکے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائیگی تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائیگی لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ہونگے یہی مفہوم اس حدیث کا ہے جو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں درج ہے پس ضرور تھا کہ آسمان ان امور اور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں نہ آتا اور ایسا ہی ہوا اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلیگی اور غور کرنے والے غور کرینگے کیونکہ خدا کا مسیح آگیا اب ضرور ہے کہ دماغوں میں روشنی اور دلوں میں توجہ اور قلموں میں زور اور کمروں میں ہمت پیدا ہو۔ اور اب ہر ایک سعید کو فہم عطا کیا جائیگا اور ہر ایک رشید کو عقل دیجائیگی کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے مبارک وہ جو اس روشنی سے حصہ لے۔ اور کیا ہی سعادتمند وہ شخص ہے جو اس نور میں سے کچھ پاوے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ پھل اپنے وقت پر آتے ہیں ایسا ہی نور بھی اپنے وقت پر ہی اترتا ہے اور قبل اسکے جو وہ خود اترے کوئی اسکو اتار نہیں سکتا اور جبکہ وہ اترے تو کوئی اسکو بند نہیں کر سکتا مگر ضرور ہے کہ جھگڑے ہوں اور اختلاف ہو مگر آخر سچائی کی فتح ہے کیونکہ یہ امر انسان سے نہیں ہے اور نہ کسی آدم زاد کے ہاتھوں سے بلکہ اس خدا کی طرف سے ہے جو موسموں کو بدلاتا اور وقتوں کو پھیرتا اور دن سے رات اور رات سے دن نکالتا ہے وہ تاریکی بھی پیدا کرتا ہے مگر چاہتا روشنی کو ہے۔ وہ شرک کو بھی پھیلنے دیتا ہے مگر پیار اسکا توحید سے ہی ہے اور نہیں چاہتا کہ اسکا جلال دوسرے کو دیا جائے جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے اسوقت تک کہ نابود ہو جائے خدا کا قانون قدرت یہی ہے کہ وہ توحید کی ہمیشہ حمایت کرتا ہے جتنے نبی اس نے بھیجے سب اسی لئے آئے تھے کہ تا انسانوں اور دوسری مخلوقوں کی پرستش دور کرکے خدا کی پرستش دنیا میں قائم کریں اور انکی خدمت یہی تھی کہ لا الہ الا اللہ کا مضمون زمین پر چمکے جیسا کہ وہ آسمان پر چمکتا ہے سو اُن سب میں سے بڑا وہ ہے جس نے اس مضمون کو بہت چمکایا جسنے پہلے باطل الہوں کی کمزوری ثابت کی اور علم اور طاقت کی رو سے انکا ہیچ ہونا ثابت کیا اور جب سب کچھ ثابت کر چکا تو پھر اس فتح نمایاں کی ہمیشہ کے لئے یادگار یہ چھوڑی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی صرف بے ثبوت دعوے کے طور پر لا الہ الا اللہ نہیں کہا بلکہ اسنے پہلے ثبوت دیکر اور باطل کا بطلان دکھلا کر پھر لوگوں کو اس طرف توجہ دی کہ دیکھو اس خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں جسنے تمہاری تمام قوتیں توڑ دیں اور تمام شیخیاں نابود کردیں سو اس ثابت

شدہ بات کو یاد دلانے کے لئے ہمیشہ کے لئے یہ مبارک کلمہ سکھلایا کہ:۔ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ؐ

میکسکی صاحب اخبار یونین سگنل میں

میکسکے صاحب جو مشن کالج لاہور میں کوئی صاحب ہیں شکاگو کے اخبار یونین سگنل کو لکھتے ہیں کہ گرسولڈ صاحب نے مسیح موعود کے دعووں کو جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔ بالفعل گرسولڈ صاحب کے رسالہ پر ریویو کو کسی آئندہ اشو پر ملتوی کر کے ہم میکسکے صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ انکے نزدیک ایک رسالت کے دعویدار کے جھوٹ کا ثبوت کس چیز کا نام ہے اگر صرف اتنا دعویٰ ہی کہ فلاں شخص جھوٹا ہی یا اسکی فلاں پیشگوئی جھوٹی نکلی اسکے جھوٹا ثابت کرنیکے لئے کافی ثبوت ہی تو پھر فریسی یسوع کا جھوٹا ہونا اچھی طرح سے ثابت کر چکے ہیں اور انکے بعد لاکھوں آدمی اسکے جھوٹ کو ثابت کر چکے ہیں اور اگر نرا دعوےٰ ثبوت نہیں تو پھر میکسکے صاحب کو چاہیئے کہ گرسولڈ کے ۲۰ صفحے کے رسالہ میں سے وہ دلائل نکالکر پیش کریں جن سے مصنف مذکور نے یہ ثابت کیا کہ مثلاً یہ مسیح کے آنیکا وقت نہیں ہے یا یہ کہ مسیح کی آمد ثانی خود یسوع کے واپس آنے سے ہی ہو سکتی ہے اور اسکے بغیر نہیں ہو سکتی ذرا یہ بھی یاد رکھیں کہ یسوع نے خود الیاس کی آمد ثانی کے کیا معنے کئے تھے جب ان سے مسیحیت کا ثبوت یہود نے طلب کیا تھا، یا یہ کہ یسوع صلیب پر مر گیا تھا۔ مردوں میں سے اٹھا تھا اور آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ یا یہ کہ مسیح موعود نے جو دلائل اسکی تردید میں بیان کئے ہیں وہ جھوٹے ہیں یا یہ کہ مسیح موعود کے نشان ایسے ثابت شدہ اور قطعیۃ الدلالت نہیں ہیں جیسے یسوع کے بلکہ یسوع نے واقعی وہ نشان دکھائے بھی تھے جنکا ذکر اناجیل میں ہے۔ معلوم ہوتا ہی کہ گرسولڈ صاحب نے میکسکے صاحب کے پاس یہ ذکر کیا ہوگا کہ میں نے مرزا صاحب کے دعوے کو جھوٹا ثابت کیا ہی اور میکسکے صاحب نے یہ نہ چاہا کہ اپنے دوست کی ایمانداری کو پرکھنے کیلئے ذرا خود بھی دلائل اور انکے وزن کو ملاحظہ کریں یا شاید میکسکے صاحب کی منطقی قابلیت پر حملہ کرنیکے بغیر ہم یہ کہنے کے مجاز ہوں کہ انہیں اپنے دوست پادری گرسولڈ کی طرح دعوے اور دلیل میں فرق سمجھ میں نہیں آیا اور اسلئے پادری صاحب کے دعووں کو انہوں نے بجائے دلائل کے تسلیم کر لیا۔

یہانتک تو میکسکے صاحب دوسرے کے حوالے سے گفتگو کرتے تھے لیکن انہوں نے ہمیں انکی اپنی قابلیت اور علمیت کے جانچنے کا بھی موقعہ دیا ہے وہ لکھتے ہیں "جہانتک میں دیکھ سکتا ہوں یا معلوم کر سکتا ہوں اس قادیانا کا اثر جن لوگوں پر پڑ رہا ہے انکی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے اور پکے مسلمان انکو بڑی حقارت کے

ساتھ رد کرتے ہیں" اگرچہ میکسکے صاحب نے "اس قادیانا" کے اثر کی خبر تو دی ہے لیکن "اس ناصری" کے اثر کا کچھ حال نہیں لکھا اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ وہ یہودی جو صدیوں سے مسیح کے منتظر تھے انہوں نے کس عزت کے ساتھ یسوع کو قبول کیا۔ کیا یہ سچ ہے کہ یسوع کو بھی بڑی حقارت کے ساتھ" بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہی یہودیوں نے رد کیا تھا میکسکے صاحب جو کچھ اس سوال کا جواب دیں ہمیں اسکے تسلیم کرنے میں انکار نہ ہوگا ایک بات اور بھی ہے کہتے ہیں کہ ایک موقعہ پر یسوع کے مریدوں کی ایک بہت بڑی تعداد یکدفعہ ہی اس سے برگشتہ ہو گئی تھی بلکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان باراں منتخب حواریوں میں سے جنہیں تختوں کے وعدے دئے گئے تھے ایک نے نہ صرف ارتداد اختیار کیا بلکہ یسوع کو گرفتار بھی کرا دیا اور باقی بھی سنا جاتا ہے اسوقت یسوع کو چھوڑ کر بھاگ گئے بلکہ کسی لعنت کا بھی ذکر ہے میکسکے صاحب کو تو یہ حالات اچھی طرح معلوم ہونگے اگر یہ باتیں سچی ہیں تو ہم امید کرتے ہیں کہ انہیں انکے تسلیم کرنے میں کچھ انکار نہیں ہوگا خواہ اسکا کچھ نتیجہ ہی پہنچے لیکن سوال یہ ہے کہ میکسکے صاحب نے کس طرح دیکھ لیا یا جان لیا کہ مسیح موعود کے مریدوں کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے کیا اس نے کبھی احمدیہ ہفتہ وار اخبارون میں سے کسی کو دیکھا ہے۔ یا یہ بات ہے کہ انکی نظر میں گذشتہ ایک یا دو سال کے اندر کالج کا قائم ہونا۔ منارہ کا بنایا جانا۔ اور تین اردو اور ایک انگریزی پرچوں کا نکالے جانا یہ سب مریدوں کے کم ہونے کے اور سلسلہ کے زوال کے آثار ہیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ پادری صاحب کو اس عظیم الشان ترقی کا علم نہ ہو جو سلسلہ احمدیہ کر رہا ہے لیکن پادریوں کی نظر میں بڑا بننے کے لئے ضروری تھا کہ وہ کچھ غلط بیانیاں بھی کریں کیا پادری صاحبان یہ امید رکھتے ہیں کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے وہ آسمانی روشنی کو بجھائینگے۔ یہ ان کی غلطی ہے +

شائد پادری میکسکے صاحب کو اطلاع نہ ہو اسلئے ہم یہ بھی بیان کئے دیتے ہیں کہ یہ مسیح موعود کی سچائی کا آسمانی نشان ہے کہ ان کا سلسلہ دن بدن ترقی کریگا اور جیسا کہ پادری صاحب یا ان کے دوست کہتے ہیں یا چاہتے ہیں اسمیں کمی نہیں آئیگی ۱۸۸۰ء میں مسیح موعود کی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ چھپنی شروع ہوئی تھی اور اسمیں وہ پیشگوئیاں درج ہوئیں جو اس سے بھی پہلے بذریعہ الہام الٰہی مسیح موعود پر ظاہر ہو چکی تھیں اور جو آج پوری ہو رہی ہیں اسوقت یہی بات نہیں تھی کہ مسیح موعود کا کوئی پیرو نہیں تھا بلکہ گاؤں سے باہر انکو کوئی جانتا بھی نہیں تھا وہ اسوقت ایک تنہائی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس تنہائی کی حالت میں خدا کا وہ کلام ان پر نازل ہوا جسمیں یہ پیشگوئیاں درج تھیں کہ وہ وقت آرہا ہے کہ لوگ جوق در جوق دنیا کے چاروں کونوں سے تیرے پاس آئینگے۔ اپنے مکانوں کو وسیع کرو کیونکہ کثرت سے

لوگ تمہارے پاس ملاقات کیلئے آئینگے۔ پھر یہ بھی بذریعہ الہام الٰہی آپ کو کہا گیا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی کثرت سے جو تیرے پاس آئینگے تو اکتا جائے اور انکی ملاقات سے تھک جائے چنانچہ فرمایا۔ **انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس**۔ تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے منزلہ پر ہے اور وہ وقت آگیا ہے کہ تیری مدد کی جائے اور لوگوں کے درمیان تو پہچانا جائے۔ اس الہام الٰہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس الہام کے وقت آپ اکیلے تھے اور آپکو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اس پیشگوئی نے یہ بتا دیا کہ اب الٰہی مدد اور نصرت کا وقت آئیگا اور تو اکیلا نہیں رہیگا۔ بلکہ بڑی جماعت تیرے ساتھ کیجائیگی اور پھر فرمایا **یاتون من کل فج عمیق** ہر دور کے راستہ کے لوگ تیرے پاس آئینگے۔ خود ملہم کو اسوقت یہ بات حیرت میں ڈالتی تھی جیسا کہ آج اسکا پورا ہونا ہمیں حیرت میں ڈالتا ہے کہ کہاں سے وہ لوگ آئینگے کیونکہ اسوقت اسکے پاس کسی کی بھی آمدورفت نہیں تھی اور آج ہزارہا آدمی دنیا کے ہر حصے سے آپ کی زیارت کے لئے آتے ہیں اسی طرح پر اسیوقت یہ الہام بھی ہوا **لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس**۔ خلق خدا سے منہ مت پھیر اور لوگوں سے مت تھک۔ یہ امر کیسا قابل غور ہے کہ یہ الہامات اسوقت کے ہیں جب ایک آدمی بھی اس مورد وحی کے پاس نہیں آتا تھا۔ اس وقت وہ خود بھی اس بات کو نہیں سمجھ سکتے تھے کہ کیونکر یہ سب باتیں پوری ہونگی اور کیونکر اسقدر لوگوں کا ہجوم ہوگا۔ کہ جسکی وجہ سے خدا نے یہ فرمایا کہ لوگوں سے تھک نہ جانا چنانچہ اب بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ ایک ایک دن میں ہزار ہزار آدمی سے بھی زیادہ سے ملاقات کرنی پڑتی ہے ایک تنہائی کے گوشہ میں بیٹھا ہوا انسان کس طرح قیاس کر سکتا تھا کہ اس طرح پر ہزارہا آدمیوں کا مجمع اسکے پاس جمع ہو جاویگا۔ ان ترقی کے وعدوں کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ سخت مخالفت ہوگی اور تمام لوگ اکٹھے ہو کر ہر طرح سے تباہی کی کوشش کرینگے اور چاہینگے کہ زمین سے نام مٹا دیا جائے اس مخالفت کی خبر بھی بار بار الہاموں میں دی گئی تھی چنانچہ ایک الہام میں یہ پیشگوئی ہے۔ **یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون**۔ دشمن کوشش کرینگے کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونک سے بجھا دیں اور اللہ ضرور اپنے نور کو پورا کر کے رہیگا۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔ اور پھر ایک اور بشارت اس الہام الٰہی میں دی گئی **اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتھٰی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق** جب خدا کی مدد اور فتح آئیگی اور زمانہ کا امر ہماری طرف منتہی ہوگا۔ (پھر کہا جائیگا) کیا یہ سچ نہیں۔ یہاں صاف صاف یہ پتہ بتلایا گیا ہے کہ اس مخالفت کے بعد خدا کی نصرت مسیح موعود کو ایک ایسی فتح عطا کریگی کہ آپکے دعوے

کی سچائی وسیع طور پر لوگ مان لینگے +

یہ تمام الہامات جن پر صدی کا چوتھا حصہ گذر چکا ہے اور جنکو شائع ہوئے بھی ۱۲ سال سے زیادہ گذر چکے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ خدا کا ہاتھ اس سلسلہ کی تائید میں کام کر رہا ہے جو الفاظ اسوقت وحی الٰہی نے بتائے تھے انکا پورا ہونا آج ہر ایک بے تعصب انسان دیکھ رہا ہے کیا یہ انسانی طاقت ہے کہ ایسے امور کو انکے واقعہ ہونے سے پچیس سال پہلے دنیا میں شایع کرے۔ یہ طاقت اور علم کا ایک نہایت عمدہ ثابت شدہ معجزہ ہے علم کا معجزہ اسلئے کہ آیندہ کے متعلق یہ ایسے گہرے راز دیتا ہے جنکا معلوم کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور طاقت کا معجزہ اسلئے کہ یہ رسل یزدانی کی تائید اور نصرت میں اور دشمنوں کے مغلوب کرنے میں خدائے تعالے کی طاقت کو دکھاتا ہے آپکی زندگی کے خلاف سازشیں کی گئیں لیکن خدائے تعالے نے سب دشمنوں کو نامراد کیا اور ان سب وعدوں کو پورا کیا جو بیس سال پہلے بذریعہ وحی الٰہی دئے تھے۔ ان الہامات کے شائع ہونے کے بعد آپکی مخالفت میں سارا ملک اٹھا اور خدائے تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اسکی نصرت آئی اور مخالفت آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی یہانتک کہ ۱۸۹۵ء میں ۳۱۲ مریدوں کی تعداد سے اس وقت دو لاکھ تک پہنچگئی ہے اور اب یہ تعداد حیرت انگیز ترقی کے ساتھ بڑھ رہی ہے +

میکنے صاحب نے شرمناک جھوٹ بولا ہے ہم اس وقت یہ بحث نہیں کرتے کہ اسکی اس میں کیا غرض کیا تھی۔ شائد اس کا یہ خیال ہو کہ ان جھوٹے بیانات سے امریکہ والوں کو خوش کرے اور انکو دھوکہ میں رکھے تا وہ اصل واقعات سے آگاہ نہ ہوں۔ ہم اسکو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ذرائع پیش کرے جہاں سے اس نے حساب لگایا ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں کی تعداد کم ہے کیا مسیح کا مذہب ان جھوٹوں سے سرسبز ہوگا افسوس ہے کہ اب پادریوں کے ہاتھ میں یہ ہتھیار رہ گئے ہیں۔ وہ لوگ جو سچائی کے انجیل کے واعظ کہلاتے ہیں کرتوتیں یہ کرتے ہیں +

میگزین کا اگلا نمبر ۲۰ نومبر کو شائع نہیں ہو سکیگا بلکہ نومبر اور دسمبر کے پرچے اکٹھے ۲۰ نومبر کے بعد کسی تاریخ کو شائع کئے جاوینگے جو غالباً دسمبر کا پہلا ہفتہ ہوگا۔ یہ ضرورت اسلئے پیدا ہوئی ہے کہ حضرت اقدس کی طرف سے ایک نہایت ضروری مضمون بعنوان تذکرۃ الشہادتین میگزین میں شائع ہوگا اور وہ دو نمبر سے کم میں نہیں آسکتا۔ کوشش کی جائیگی کہ جس قدر جلدی ممکن ہو یہ رسالہ ناظرین کو پہنچایا جائے +